ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

47

www.tanzeem.org

13 تا 19 ربیع الاوّل 1438ھ / 13 تا 19 دسمبر 2016ء

اسوۂ رسول ﷺ کی سربلندی

حضور ﷺ کو رسول برحق تسلیم کرنے والے ہر شخص پر آپؐ کی رسالت کا ایک حق یہ ہے کہ جس اسوۂ پاک کی پیروی کو وہ اپنی نجات کا واحد سبب یقین کرتا ہے اس اسوۂ پاک کو تمام دنیا میں سربلند کرنے کی جدوجہد کرے۔ اللہ کی دی ہوئی ہر طاقت کے ذریعہ اس امر کی کوشش کرے کہ ہر انسان رحمۃ للعالمینؐ کے نمونۂ زندگی کے مطابق زندگی بسر کرے۔ دنیا والوں کو اپنی عملی شہادت سے یہ باور کرائے کہ انسانی فلاح کے لیے رحمت عالم کا اُسوہ بہترین اور آخری اُسوہ ہے۔ مسلمان کو صرف اپنی زندگی کو رسول پاک ﷺ کی سیرت پاک کے مطابق ڈھال لینا کافی نہیں ہے، بلکہ آپؐ کی سیرت پاک کو دنیا کے تمام طریقہ ہائے زندگی پر غالب کرنے کی کوشش کرنا فرض اوّلین ہے۔

سورۃ التوبہ آیت 33 میں ارشاد فرمایا گیا:

”وہی اللہ ہے، جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ وہ اس دین کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کردے، اگرچہ مشرکین کو کتنا ہی برا معلوم ہو۔“

یہ فرض رسولؐ کا ہے اور رسولؐ کے بعد آپؐ کے نام لیواؤں کا ہے اور اس امت کا ہے جو آپؐ کی امت ہونے کے صدقے میں بہترین امت قرار دی گئی ہے۔ سورۃ البقرہ آیت 143 میں ارشاد فرمایا:

”اور اسی طرح اے مسلمانو! ہم نے تم کو معتدل امت بنایا، تاکہ تم عام لوگوں کے لیے شہادت حق کا فرض ادا کرو، اور رسول (آخر الزماں) تم پر شہادت حق کا فرض انجام دیں۔“

یعنی رسول پاک ﷺ اپنی بہترین زندگی پیش کر کے تم کو اپنے حلقۂ اطاعت میں شامل کریں اور تم رسول پاک ﷺ کی زندگی میں اپنی زندگی کو رنگ کر دوسروں کو حضور ﷺ کی صداقت کا معترف کرو۔

مولانا اخلاق حسین قاسمی

اس شمارے میں

خلافِ اسلام قوانین

سیرت محمد مصطفی ﷺ کے تین اہم گوشے

خواب لٹے جاتے ہیں!

مطالعۂ کلامِ اقبال

نئے آرمی چیف کا تقرر

سندھ اسمبلی کا بل، 24ویں آئینی ترمیم اور پیس ٹی وی پر پابندی

ایک بھولا ہوا عظیم سبق

باب الاسلام کے رہنے والوں پر اسلام کا باب بند

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

الھدیٰ (733)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات

سورۃ الکھف | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 64 تا 66

قَالَ ذٰلِکَ مَا کُنَّا نَبۡغِ ٭ۖ فَارۡتَدَّا عَلٰۤی اٰثَارِہِمَا قَصَصًا ﴿ۙ۶۴﴾ فَوَجَدَا عَبۡدًا مِّنۡ عِبَادِنَاۤ اٰتَیۡنٰہُ رَحۡمَۃً مِّنۡ عِنۡدِنَا وَ عَلَّمۡنٰہُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا ﴿۶۵﴾ قَالَ لَہٗ مُوۡسٰی ہَلۡ اَتَّبِعُکَ عَلٰۤی اَنۡ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمۡتَ رُشۡدًا ﴿۶۶﴾

آیت ۶۴ ﴿قَالَ ذٰلِکَ مَا کُنَّا نَبۡغِ ٭ۖ﴾ ’’موسیٰؑ نے کہا: یہی تو تھا جس کی ہمیں تلاش تھی!‘‘

یہی تو ہمیں نشانی بتائی گئی تھی کہ جس جگہ مچھلی زندہ ہو کر دریا میں چلی جائے گی اس جگہ پر اللہ کے اس بندے سے ہماری ملاقات ہو گی۔ چنانچہ چلو اب واپس اسی جگہ پر پہنچیں۔

﴿فَارۡتَدَّا عَلٰۤی اٰثَارِہِمَا قَصَصًا ﴿۶۴﴾﴾ ’’پس وہ دونوں واپس لوٹے اپنے نقوشِ پا کو دیکھتے ہوئے۔‘‘

واپس اپنے قدموں کے نشانات پر چلتے ہوئے وہ عین اسی جگہ پر آ گئے جہاں چٹان کے پاس مچھلی زندہ ہو کر دریا میں کود گئی تھی۔

آیت ۶۵ ﴿فَوَجَدَا عَبۡدًا مِّنۡ عِبَادِنَاۤ اٰتَیۡنٰہُ رَحۡمَۃً مِّنۡ عِنۡدِنَا وَ عَلَّمۡنٰہُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا ﴿۶۵﴾﴾ ’’تو پایا انہوں نے (وہاں) ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو جسے ہم نے رحمت عطا کی تھی اپنی طرف سے اور اسے سکھایا تھا ایک علم خاص اپنے پاس سے۔‘‘

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس سے‘ اپنے خاص خزانۂ فیض سے اسے خصوصی علم عطا کر رکھا تھا۔ ’’علم لدنی‘‘ کی اصطلاح یہیں سے اخذ کی گئی ہے۔ لَدُن کے معنی قریب یا نزدیک کے ہیں۔ چنانچہ علم لدنی سے مراد وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ اپنی خاص رحمت سے کسی کو عطا کر دے۔ یعنی ایک علم تو وہ ہے جو انسان اپنے حواسِ خمسہ کے ذریعے سے باقاعدہ محنت و مشقت کے عمل سے گزر کر حاصل کرتا ہے‘ جیسے مدارسِ عربیہ میں صرف و نحو‘ تفسیر و حدیث اور فقہ وغیرہ علوم حاصل کیے جاتے ہیں‘ یا سکول و کالج میں متداول عمرانی و سائنسی علوم سیکھے جاتے ہیں‘ لیکن علم کی ایک قسم وہ بھی ہے جو اللہ تعالیٰ براہِ راست کسی انسان کے دل میں ڈال دیتا ہے اور اُس کو اُس کی تحصیل کے لیے کوئی مشقت وغیرہ بھی نہیں اٹھانی پڑتی۔

آیت ۶۶ ﴿قَالَ لَہٗ مُوۡسٰی ہَلۡ اَتَّبِعُکَ عَلٰۤی اَنۡ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمۡتَ رُشۡدًا ﴿۶۶﴾﴾ ’’موسیٰؑ نے اُس سے کہا: کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں اس شرط پر کہ آپ مجھے سکھائیں اُس میں سے جو بھلائی آپ کو سکھائی گئی ہے؟‘‘

مجھے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اس نے آپ کو خاص حکمت اور دانائی عطا کر رکھی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں کچھ عرصہ آپ کے ساتھ رہوں اور آپ مجھے بھی اس علم خاص میں سے کچھ سکھا دیں۔

فرمانِ نبویؐ

نیک بات کی تلقین

عَنۡ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہَا قَالَتۡ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: ((اِنَّہٗ خُلِقَ کُلُّ اِنۡسَانٍ مِنۡ بَنِیۡ آدَمَ عَلٰی سِتِّیۡنَ وَثَلَاثِ مِائَۃِ مَفۡصِلٍ، فَمَنۡ کَبَّرَ اللّٰہَ وَحَمِدَ اللّٰہَ وَہَلَّلَ اللّٰہَ وَسَبَّحَ اللّٰہَ وَاسۡتَغۡفَرَ اللّٰہَ وَعَزَلَ حَجَرًا عَنۡ طَرِیۡقِ النَّاسِ اَوۡ شَوۡکَۃً اَوۡ عَظۡمًا عَنۡ طَرِیۡقِ النَّاسِ اَوۡ اَمَرَ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ نَہٰی عَنۡ مُنۡکَرٍ عَدَدَ السِّتِّیۡنَ وَالثَّلَاثِ مِائَۃِ فَاِنَّہٗ یُمۡسِیۡ یَوۡمَئِذٍ وَقَدۡ زَحۡزَحَ نَفۡسَہٗ عَنِ النَّارِ))

(رواہ مسلم)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ’’بنی آدم تین سو ساٹھ جوڑوں پر پیدا کیا گیا ہے۔ لہٰذا جو شخص اللہ اکبر، الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ، سبحان اللہ اور استغفر اللہ کہے۔ یا لوگوں کے راستہ سے، پتھر، کانٹے، ہڈی وغیرہ ہٹا دے یا نیک اور اچھی بات لوگوں کو بتائے یا بُری بات سے روکے۔ اور ان کاموں یا کلمات کی تعداد تین سو ساٹھ ہو جائے تو وہ دن اس کے لیے ایسا ہوتا ہے کہ گویا اس نے اپنے سے آگ دور کر دی ہے (اور اپنے بدن کے سارے جوڑوں کا صدقہ ادا کر دیا ہے)‘‘۔

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلافِ اسلام قوانین

12 مارچ 1949ء کو قومی اسمبلی نے قراردادِ مقاصد منظور کی تو اُمید پیدا ہوئی کہ پاکستان میں نفاذِ دین کے حوالہ سے گاڑی اب پٹڑی پر چڑھ گئی ہے لہٰذا منزل کی طرف سبک رفتاری سے رواں دواں ہو گی لیکن سیاسی شعبدہ بازوں نے عیاری سے کام لیتے ہوئے اس گاڑی کے ڈبوں کے آگے کی طرف انجن لگانے کی بجائے پیچھے کی طرف لگا دیا جس سے یہ گاڑی اپنے ہدف کی مخالف سمت میں چلنے لگی۔ دینی جماعتیں اُلٹے پاؤں رواں اس سفر کے خلاف مزاحمت کرتی رہیں لیکن انتخابی سیاست میں ملوث ہونے کی وجہ سے اور اقتدار کا قرب حاصل کرنے کی کامیاب اور ناکام کوششوں نے انہیں کمزور کر دیا۔ عوام کی طرف سے بھی یہ بات آنے لگی کہ دینی جماعتوں کو بھی اسلام نہیں اسلام آباد چاہیے۔ لہٰذا وہ سٹریٹ پاور جس پر دینی جماعتوں کو ناز تھا اور جس کا خوف سیکولر حکمرانوں کے دل و دماغ پر مسلط رہتا تھا' اس میں کمی اور کمزوری آنا شروع ہو گئی۔ آج یہ صورت حال ہے کہ بڑی سیاسی جماعتیں سیاسی مذہبی جماعتوں کو انتخابی حلیف بنانے سے گریز کرتی ہیں اور حکمران ان کی تحریک چلانے کی دھمکی کارتی بھر نوٹس نہیں لیتے۔ جس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا ہے کہ سیکولرازم بلکہ لادینیت کی طرف سفر میں تیزی آ گئی ہے۔ عالمی سطح پر دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ نے ہمارے سیکولر سوچ کے حامل حکمرانوں کا کام بہت آسان کر دیا۔ انہیں مذہبی ''جکڑ بندیوں'' سے آزاد ہونے کا موقع ہاتھ آ گیا اور عالمی طاغوتی قوتوں کی سرپرستی بھی حاصل ہو گئی۔ لہٰذا پاکستان کے حکمرانوں نے چاہے ان کا تعلق پاکستان پیپلز پارٹی سے تھا یا مسلم لیگ (ن) سے انہوں نے جہاں مالی کرپشن کر کے سرمائے کو اپنے اقتدار کی مضبوطی کے لیے بلا دریغ استعمال کیا وہاں اپنے بیرونی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے خلاف اسلام نہ صرف قانون سازی کی بلکہ عملی اقدامات بھی کیے تاکہ انہیں اپنے اقتدار کے تحفظ کے لیے بیرونی سپورٹ بھی حاصل رہے اور یہ اس آئین کی چھتری تلے کیے گئے جس میں واضح طور پر لکھا ہے کہ ریاست کا مذہب اسلام ہو گا اور قرآن و سنت سے متصادم قانون سازی نہیں کی جا سکے گی۔ خلاف اسلام قانون سازی کی چند مثالیں قارئین کی خدمت میں پیش کیے دیتے ہیں۔ یہ سلسلہ ایوب خان کے دور سے شروع ہوا جب غلام احمد پرویز کی سفارش پر فیملی لاز میں ترمیم کی گئی۔ یہ عائلی قوانین جو 54 سال سے ہمارے سینے پر مونگ دل رہے ہیں۔ ان کا معاملہ یہ ہے کہ ایوب خان کا فراہم کردہ آئین تو غتربود ہو گیا، لیکن ان قوانین سے مسلمانانِ پاکستان کی جان نہ چھوٹی۔ بہرحال یہ تو اتنی پرانی بات ہے کہ اکثر دینی جماعتوں اور علماء کرام کے حافظے سے بھی محو ہو چکی ہو گی۔ اگرچہ ایک زمانہ میں انہوں نے ان قوانین کو صریحاً خلاف اسلام قرار دیا تھا۔ گزشتہ چند سالوں میں جو غیر اسلامی قانون سازی ہوئی اس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

15 نومبر 2011ء کو قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر The Protection of anti-women practices. Act2011 منظور کیا جسے حقوق نسواں ایکٹ بھی کہا جاتا ہے۔ پھر 29 فروری 2016ء کو پنجاب اسمبلی نے The Punjab Protection of Women against violence Act 2016 جسے تحفظ نسواں بل کہا جاتا ہے' منظور کیا۔ شرفاء کی اسلام پسند حکومت نے (جس نے اب ملک کے تمام سیکولرز بلکہ بہت سے ملحدین کو بھی سینے سے لگایا ہوا ہے) اس طرح کا اسلام کا منہ چڑانے والا قانون منظور کیا تو پاکستان پیپلز پارٹی کیوں پیچھے رہتی اس نے ایسا ہائی جمپ لگایا کہ یہ قوم پیپلز پارٹی کا منہ تک رہی ہے اور اپنا منہ ساری اسلامی

ہفت روزہ — لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
13 تا 19 ربیع الاوّل 1438ھ — جلد 25
13 تا 19 دسمبر 2016ء — شمارہ 47
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

دنیا سے چھپا رہی ہے۔ لیکن پیپلز پارٹی کو کوئی پروا نہیں۔ اس لیے کہ دنیا بھر کی اسلام دشمن طاغوتی قوتیں داد دے رہی ہیں اور پاکستان پیپلز پارٹی کی پیٹھ ٹھونک رہی ہیں۔ قصہ کچھ یوں ہے کہ سندھ کی صوبائی اسمبلی میں فنکشنل مسلم لیگ کے ہندو رکن نے ایک پرائیویٹ بل پیش کیا جسے حکومتی جماعت نے کچھ رد و بدل کے بعد اسمبلی سے منظور کروا لیا اور بل کو قانون کی شکل دے دی۔ اس قانون کے مطابق اگر کوئی 18 سال سے کم عمر کا غیر مسلم اسلام قبول کرنے کا اعلان کرے گا تو سرکاری طور پر اس کا اسلام تسلیم نہیں کیا جائے گا اور حکومتی ریکارڈ کے مطابق پھر بھی وہ غیر مسلم ہی رہے گا اور 18 سال سے زائد عمر کا غیر مسلم اگر اسلام قبول کرے گا تو حکومت کے ہاں اکیس دن تک سرکاری طور پر اسے مسلمان تسلیم نہیں کیا جائے گا اور اس قانون کی خلاف ورزی قابل تعزیر جرم ہوگا۔ اس قانون پر تبصرہ کرتے ہوئے ہمیں شرم محسوس ہوتی ہے۔ پاکستان بنانے والوں کی روحیں برزخ میں چیخ اٹھی ہوں گی۔ کیا وقت آن پڑا ہے اس ریاست پر جس نے اپنے وجود کا جواز کلمہ طیبہ کو قرار دیا تھا؟ اس میں سرکاری سطح پر اسلام دشمنی کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ یقیناً اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں دین میں جبر کی ممانعت کی ہے لیکن حضرت انسان پر تمام حقائق واضح کرنے کے بعد اسلام کو اپنا پسندیدہ دین قرار دیا ہے اور اس کے بعد انسان کو اختیار دیا ہے کہ چاہے وہ ایمان لائے اور چاہے تو کفر کرے۔ عجیب بات یہ ہے کہ جس نبی کریم ﷺ کی ہم امت ہیں یعنی حضور ﷺ انہوں نے خطبہ حجۃ الوداع میں یہ ذمہ داری ہم امتیوں کو سونپی کہ وہ دنیا کے کونے کونے میں اللہ کی مخلوق کو دین کی دعوت پہنچائیں اور ہم ہی لوگوں کو مسلمان ہونے سے روک رہے ہیں۔

ہم پوری دیانت داری سے اس قانون کو امتناع اسلام قانون سمجھتے ہیں۔ کیونکہ جہاں 18 سال سے کم عمر غیر مسلم پر اسلام قبول کرنے کی پابندی لگائی گئی ہے وہاں بڑی عمر کے افراد کا اسلام اکیس دن تک سرکاری طور پر قبول نہ کرنا بھی اس قانون کا حصہ ہے۔ اس قانون کا اس کے سوا کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ اس عرصہ میں اہل خاندان اور عزیز و اقارب دباؤ ڈال کر مسلمان ہونے والے غیر مسلم کو اسلام چھوڑنے پر مجبور کر سکیں۔ گویا اسے مرتد ہونے پر مجبور کیا جائے۔ ایسی قانون سازی کرنے والوں کا اسلام سے تعلق تو واضح ہو ہی گیا ہے لیکن ان کی منافقت بھی ظاہر ہوتی ہے۔ اس لیے کہ یہ وہ سیاسی لوگ ہیں جو دن رات آئین آئین کی رٹ لگائے رکھتے ہیں۔ ان کی اطلاع کے لیے یہ عرض ہے کہ یہ قانون آئین کے صریحاً خلاف ہے۔ پاکستان کا آئین ایسا قانون بنانے کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ لہٰذا یہ قانون غیر شرعی ہی نہیں غیر آئینی بھی ہے۔ اس قانون میں یہ مضحکہ خیز اور عجیب و غریب بات بھی ہے، وہ یہ کہ فرض کریں کہ کوئی غیر مسلم میاں بیوی مسلمان ہوتے ہیں تو کیا ان کے چھوٹے بچے 18 سال کی عمر تک غیر مسلم ہی رہیں گے؟ یعنی ماں باپ کا مذہب ایک ہوگا اور بچوں کا مذہب دوسرا ہوگا۔ یہ عوام سے کیسا بھونڈا مذاق ہے؟ پھر یہ کہ مذکورہ قانون صرف غیر مسلموں کے مسلمان ہونے پر لاگو ہوگا۔ اگر کوئی مسلمان خدانخواستہ عیسائی یا قادیانی ہو جاتا ہے تو تب یہ قانون لاگو ہو گا یا نہیں؟ اس کی وضاحت موجود نہیں۔

بلاول زرداری بھٹو پاکستان پیپلز پارٹی کو زندہ کرنے کے لیے ملک کے اندر سیاسی اچھل کود ضرور کریں، کسی کو اس پر اعتراض کا حق نہیں لیکن ایسے قانون بنا کر بیرونِ ملک سے اسلام دشمن عالمی قوتوں سے سہارا حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں۔ ہم نہیں جانتے کہ انہیں مندروں میں ہندوؤں سے مل کر بتوں کی پوجا پاٹ سے سیاسی طور پر کیا فائدہ یا نقصان ہوگا۔ لیکن ایک بات ہم جانتے ہیں کہ اللہ اپنی آخری کتاب اور آخری رسول ﷺ کے ذریعے انسانوں کو مطلع کر چکا ہے کہ وہ انسانوں کے جس گناہ کو چاہے گا معاف کر دے گا اور جس گناہ کو چاہے گا معاف نہیں کرے گا، لیکن شرک کرنے والے کو ہرگز ہرگز معاف نہیں کرے گا اور اس گناہ کے ارتکاب کرنے والے کو جہنم واصل کیا جائے گا اور کون مسلمان نہیں جانتا کہ بت پرستی بدترین شرک ہے۔ اُف خدایا کیا کیا فروخت کرے گی ہماری سیاسی اشرافیہ اس عارضی اور وقتی اقتدار کی خاطر اور کیا کچھ وہ اپنے ہاتھوں آگے بھیج رہے ہیں؟

سندھ میں پیپلز پارٹی نے ایک قانون کے ذریعے جو غیر مسلم پر مسلمان ہونے کی پابندی لگائی جس سے ظاہر ہے عالمی طاغوتی قوتوں کی انہیں حمایت حاصل ہوئی ہے۔ پھر اس کے بعد نواز شریف کے شہر لاہور میں آ کر آئندہ انتخابات میں وزیر اعظم بننے کا اعلان کیا تو محترم وزیر اعظم کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ انہیں عالمی طاغوتی قوتوں کو خوش کرنے کے لیے کوئی اور صورت تو نظر نہ آئی، فوری طور پر انہیں یہ سوجھا اور انہوں نے قائد اعظم یونیورسٹی کا نیشنل سنٹر فار فزکس کا نام ڈاکٹر ریاض الدین نیشنل سنٹر فار فزکس سے بدل کر ایک متعصب قادیانی ڈاکٹر عبدالسلام سے منسوب کر دیا۔ اس نیشنل سنٹر فار فزکس کی کہانی کچھ یوں ہے کہ 1970ء میں اس کی تجویز ڈاکٹر عبدالسلام نے دی تھی۔ ڈاکٹر عبدالسلام نے ہی اس کی منصوبہ بندی کی۔ فنڈز بھی حکومت کی طرف اناؤنس ہو گئے لیکن 1974ء میں قادیانیوں کو قومی اسمبلی نے اقلیت قرار دے دیا تو ڈاکٹر عبدالسلام نے پاکستان کو خیر باد کہہ دیا اور اٹلی چلے گئے۔ اس سنٹر کے حوالہ سے منصوبہ بندی اور پروگرام بھی ساتھ لے گئے اور وہاں جا کر یہ سنٹر قائم کیا۔ ہمیں ہرگز اس بات پر دکھ نہیں ہوا کہ اس سنٹر کو کسی اقلیتی مذہب سے تعلق رکھنے والے شخص کے نام سے کیوں منسوب کیا گیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ کوئی پاکستانی اگر اقلیتی مذہب سے تعلق رکھتا ہو وہ اگر کوئی کارنامہ سرانجام دے اسے سراہنے‘ اس کی حوصلہ افزائی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ دیال سنگھ اور سر گنگا رام وغیرہ کے نام سے ہمارے ملک میں ادارے ہیں جن کے نام نہیں بدلے گئے ہیں۔ ہمارے لیے اصل مسئلہ اپنی سیاسی اشرافیہ کی سوچ اور ان کی غلامانہ ذہنیت کا ہے۔ بلاول کہیں خلافِ اسلام قانون بنا کر بیرونی آقاؤں کی آشیر باد لینے میں سبقت حاصل نہ کر لے۔ لہٰذا ہماری طرف سے بھی کوئی نہ کوئی کام ایسا ہو کہ بیرونی آقا خوش رہیں اور ان کی حمایت حاصل رہے لہٰذا اللہ کے رسولؐ کے دشمن‘ ختم نبوت کے انکاری قادیانی کا اعزاز کر کے انہیں پیغام دیا گیا ہے کہ آپ کے اسلام دشمن ایجنڈے کی تکمیل کے لیے پیپلز پارٹی ہی نہیں ہم بھی آپ کے معاون اور مددگار ہیں۔ افسوس صد افسوس کہ ہماری گاڑی کیسے غلط راستے پر چل نکلی ہے۔ اے اللہ اسے صراطِ مستقیم پر گامزن کر دے، اس سے پہلے کہ غلط راہ کا انتخاب ہمیں کسی خوفناک حادثے سے دوچار کر دے۔

سیرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے تین اہم گوشے

سورۃ الضحیٰ کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 2 دسمبر 2016ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

سورۃ الیل کے بعد سورۃ الضحیٰ آج ہمارے زیر مطالعہ ہے۔ ''نور و ظلمت'' گروپ میں شامل دیگر سورتوں کی طرح اس کا آغاز بھی باہم متضاد اشیاء کی قسموں سے ہوتا ہے۔ اس تضاد میں بھی قدرت کی طرف سے ایک خاص حکمت پوشیدہ ہوتی ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح انسانی زندگی کے بعض معاملات میں تدبیر اور تقدیر میں باہمی تضاد انسان کی سمجھ میں نہیں آتا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی اہمیت انسان پر واضح ہونے لگتی ہے۔ چنانچہ اس سورت میں اضداد کی قسمیں کھا کر اسی انداز میں سیرت محمد ﷺ کے چند اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے:

﴿وَالضُّحٰی ۝۱﴾ ''قسم ہے دھوپ چڑھنے کے وقت کی۔''

ضحیٰ وہ وقت ہے جب سورج کی روشنی خوب پھیل جاتی ہے۔ یعنی چاشت کا وقت۔ رات اور دن کا فرق سب سے پہلے صبح کاذب سے شروع ہوتا ہے۔ پھر صبح صادق۔ اور پھر اشراق کا وقت آتا ہے کہ سورج تھوڑا سا باہر نکل کر پورے طور پر نظر آ رہا ہوتا ہے لیکن اس کی تمازت اور روشنی ابھی پورے طور پر نہیں پھیلتی۔ لیکن جب تھوڑا سا اور اوپر بلند ہوتا ہے تو اس کی تمازت اور روشنی بھرپور طور پر پھیل جاتی ہے۔ یہ وقت ضحیٰ ہے جس کی قسم کھائی گئی ہے۔

﴿وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۝۲﴾ ''قسم ہے رات کی جبکہ وہ سکون کے ساتھ چھا جائے۔''

ایک اعتبار سے رات بھی غروب آفتاب سے شروع ہو جاتی ہے لیکن اس وقت مکمل تاریکی نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ تاریکی آہستہ آہستہ بڑھتے بڑھتے پتا چلتا ہے کہ اب رات پوری طرح چھا گئی ہے۔ دن اور رات کا یہ وقت اتنی آہستگی سے بدل رہا ہوتا ہے کہ انسان کو پتا بھی نہیں چلتا کہ وقت بدل رہا ہے۔ اگلی دو آیات میں اس اہم حقیقت کو بیان کیا جا رہا ہے جس کے لیے یہ دونوں قسمیں کھائی گئیں۔

﴿مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ۝۳﴾ ''آپؐ کے رب نے آپؐ کو رخصت نہیں کیا اور نہ ہی وہ آپؐ سے ناراض ہوا ہے۔''

یہ آیت بتا رہی ہے کہ پس منظر میں کوئی واقعہ ہے۔ احادیث کے مطابق یہ واقعہ نزول وحی کے بالکل ابتدائی سالوں میں پیش آیا جب کچھ عرصے کے لیے وحی کا سلسلہ رک گیا۔ آپؐ کو چونکہ رسالت کے لیے منتخب کیا گیا

مرتب: ابو ابراہیم

تھا لہٰذا جو بھی وحی نازل ہوتی تھی آپؐ اسے پڑھ کر لوگوں کو سنایا کرتے تھے۔ ابتدا میں یہ ایک بالکل نیا تجربہ تھا جب آنحضور ﷺ پر ابتدائی وحی کا نزول ہوا تو آپؐ پر گھبراہٹ طاری ہوئی گئی تھی اور حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے آپؐ کو تسلی دی تھی کہ آپؐ تو یتیموں، بیواؤں اور غریبوں کی خبر گیری کرنے والے ہیں، آپؐ محسن انسانیت ہیں اور آپؐ کا رب آپؐ کو ضائع نہیں کرے گا۔ تاہم جب وحی کا تسلسل قائم ہو گیا تو آپؐ کی گھبراہٹ کم ہو گئی اور آپؐ اسے لوگوں تک پہنچا کر دلی مسرت محسوس کرتے۔ اب ایک طرح سے وحی آپؐ کی روح کی غذا بن چکی تھی اور آپؐ کو انتظار رہتا تھا کہ زیادہ سے زیادہ وحی آئے۔ لیکن درمیان میں جب وحی کا سلسلہ رک گیا اور اسی کے ذیل میں ایک واقعہ اور بھی احادیث میں آتا ہے کہ آنحضور ﷺ کچھ روز کے لیے علیل رہے جس کی وجہ سے آپؐ تہجد کی نماز ادا نہ کر سکے۔ چونکہ ابولہب اور اس کی بیوی آپؐ کے سب سے بڑے دشمن تھے اور ان کا گھر بھی آپؐ کے گھر کے بالکل ساتھ تھا۔ آپؐ جب رات کو نماز میں قرآن کی تلاوت فرمایا کرتے تھے تو ان کو پتہ چل جاتا تھا کہ قرآن پڑھا جا رہا ہے۔ لیکن چند روز تک آپ ﷺ جب علالت کی وجہ سے تہجد کی نماز نہ پڑھ سکے تو ابولہب کی بیوی نے آپؐ کو طعنے دینے شروع کر دیئے کہ لگتا ہے تمہارے رب نے تمہیں چھوڑ دیا (معاذ اللہ)۔ مخالفین کے یہ طعنے اپنی جگہ لیکن وحی کا رک جانا آپ ﷺ پر اس سے بھی کہیں زیادہ گراں گزر رہا تھا۔ آپؐ کو شدید پریشانی لاحق ہو گئی کہ کہیں میرے رب نے مجھے چھوڑ تو نہیں دیا یا میرا رب کہیں مجھ سے ناراض تو نہیں ہو گیا۔ چنانچہ آپؐ کے ان خدشات کو دور کرنے کے لیے ان آیات کا نزول ہوا جس میں بالکل آہستگی کے ساتھ بڑھتے اور پھیلتے ہوئے دن اور رات کی قسمیں کھا کر جہاں یہ بیان کیا گیا کہ آپؐ کے رب نے نہ تو آپؐ کو چھوڑا ہے اور نہ ہی وہ آپؐ سے ناراض ہے وہاں یہ تسلی بھی دی گئی کہ:

﴿وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی ۝۴﴾ ''اور یقیناً بعد کا وقت آپؐ کے لیے بہتر ہوگا پہلے سے۔''

جس طرح وقت اتنی آہستگی سے بدلتا ہے کہ دن غیر محسوس انداز میں رات اور رات دن میں بدل جاتی ہے اسی طرح ان مشکلات اور پریشانیوں کے بعد آپ ﷺ پر بھی راحت اور آسانی کا وقت آنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ کو یہ بشارت تھی۔

﴿وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ۝۵﴾ ''اور عنقریب آپؐ کا رب آپؐ کو اتنا کچھ عطا فرمائے گا کہ آپؐ راضی ہو جائیں گے۔''

پچھلی سورۃ (الیل) کے آخری حصے میں ہم پڑھ

چکے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے اوصاف حمیدہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بالآخر انہیں بشارت دی گئی کہ عنقریب اللہ انہیں وہ کچھ عطا کرے گا کہ وہ راضی ہو جائیں گے۔ وہاں صیغہ غائب کا تھا۔ یہاں حاضر کے صیغے میں براہ راست حضور ﷺ سے بات کی گئی ہے کہ اگرچہ ابھی حالات ایسے ہیں کہ ہر طرف سے پریشانیوں، مشکلات اور مصائب نے آپ کو گھیرے میں لیا ہوا ہے اور اوپر سے مخالفین کے زبانی حملے بھی آپ ؐ کے لیے باعث پریشانی ہیں لیکن مصائب اور تاریکیوں کے یہ بادل آہستہ آہستہ چھٹتے چلے جائیں گے اور ان کی جگہ ہدایت کی روشنی پھیلتی چلی جائے گی اور بالآخر وہ وقت آئے گا کہ آپ ؐ کی پریشانی طمانیت اور خوشی میں بدل جائے گی۔ یہ بشارت دنیا کے حوالے سے بھی ہے اور آخرت کے حوالے سے بھی۔

﴿اَلَمۡ یَجِدۡكَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰی ﴿٦﴾﴾ ''کیا اُس نے نہیں پایا آپ ؐ کو یتیم، پھر پناہ دی!''

تسلی کے انداز میں حضور ﷺ پر اللہ تعالیٰ کے احسانات کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح یتیمی میں آپ ؐ کی سرپرستی فرمائی۔ حالانکہ اس انتہائی بگڑے ہوئے معاشرے میں ایک یتیم کی حالت تو انتہائی قابل رحم ہوتی تھی، اس کا تو کوئی وارث ہی نہیں ہوتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لیے بہترین پرورش اور تربیت کا اہتمام کیا۔ آپ ؐ کی ولادت سے قبل آپ ؐ کے والد ماجد کا انتقال ہو چکا تھا۔ چھ سال کی عمر میں والدہ ماجدہ بھی داغ مفارقت دے گئیں۔ اس کے بعد آپ ؐ کے دادا عبدالمطلب نے آپ ؐ کی پرورش کی۔ جب آٹھ سال کے ہوئے تو دادا بھی انتقال کر گئے۔ بعض سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ آپ ؐ کے دادا کے بعد آپ ؐ کے تایا زبیر بن عبدالمطلب نے آپ ؐ کی پرورش کی۔ جب اُن کا بھی انتقال ہو گیا تو پھر آپ ؐ کی کفالت کا ذمہ ابوطالب نے لیا اور پھر انہوں نے اپنی موت تک ساتھ دیا۔ اگرچہ ابو طالب ایمان تو نہیں لائے لیکن چونکہ وہ بنو ہاشم کے سردار تھے اس لیے آپ ؐ کو انہوں نے بھرپور قبائلی تحفظ فراہم کیا۔ یوں اللہ نے آپ ﷺ کی یتیمی کا سفر محفوظ انداز میں طے کرایا کہ یتیم ہونے کے باوجود بالآخر اسی معاشرے کی قیادت آپ ؐ نے سنبھالی۔ چنانچہ اس آیت میں آپ ﷺ کو تسلی کے انداز میں بتایا جا رہا ہے کہ یاد تو کیجیے کہ اللہ نے یتیمی کے دور میں بھی آپ ؐ پر کتنے احسانات کیے اور آپ ؐ کو لاوارث نہیں چھوڑا۔

﴿وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی ﴿٧﴾﴾ ''اور آپ ؐ کو تلاشِ حقیقت میں سرگرداں پایا تو ہدایت دی!''

نبی ؐ کے بارے میں یہ طے ہے کہ وہ معصوم عن الخطاء ہوتا ہے۔ اس سے بچپن میں بھی کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا۔ اُس کا کردار، عمل اور افکار عین فطرت کے مطابق ہوتے ہیں۔ اور وہ فطرت اسلام ہے یعنی توحید کہ صرف ایک اللہ کو ماننا۔ یعنی نبی نہ مشرک ہو سکتا ہے، نہ کافر ہو سکتا ہے اور نہ ہی گناہ گار ہو سکتا ہے۔ اس کی فطرت سو فیصد سلامتی پر ہوتی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کائنات کا رب تو ایک اللہ ہی ہے لیکن نزول وحی سے قبل ہدایت کی تفصیلات اس کے سامنے نہیں ہوتیں، وہ جاننا چاہ رہا ہوتا ہے کہ انسان کی تخلیق کا مقصد کیا ہے؟ انسانیت کا یہ قافلہ کس طرف جا رہا ہے؟ معاشرے میں ظلم اور ناانصافی کا سدباب کیسے ہو سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ بھی تلاش حقیقت میں سرگرداں تھے، اصل ہدایت تک پہنچنا چاہ رہے تھے، تمام علمی سوالات کا جواب چاہ رہے تھے۔ اس کے لیے آپ ؐ کئی کئی دن غار حرا میں جایا کرتے تھے۔ ہم تو کہیں گے کہ عبادت کے لیے جایا کرتے تھے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس عبادت کی نوعیت کیا تھی؟ کیونکہ عبادت کا موجودہ طریقہ تو نازل نہیں ہوا تھا، ابھی وحی تو اُتری نہیں تھی۔ اُم المومنین حضرت عائشہ ؓ کا قول ہے کہ آپ ؐ جو عبادت غار حرا میں فرمایا کرتے تھے وہ تجسس، غور و فکر پر مبنی ہوتی تھی کہ کائنات کی تخلیق اور انسان کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ اصل حقائق کیا ہیں؟ یعنی آپ ؐ تلاش حقیقت میں سرگرداں تھے۔

پریس ریلیز 9 دسمبر 2016ء

لبرل ازم اور سیکولر ازم اسلام کی مکمل نفی ہیں

ہارٹ آف ایشیا کانفرنس میں سرتاج عزیز سے ہونے والی بدسلوکی افسوسناک ہے

طیارے کے حادثے میں 47 پاکستانیوں کی شہادت کے ذمہ دار نااہل حکمران اور پی آئی اے کا ادارہ ہے

حافظ عاکف سعید

لبرل ازم اور سیکولر ازم اسلام کی مکمل نفی ہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطابِ جمعہ کے دوران کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ قائداعظم یونیورسٹی کے نیشنل سنٹر فار فزکس کو ایک متعصب قادیانی کے نام سے منسوب کرنا درحقیقت اُن عالمی طاغوتی قوتوں کو خوش کرنا مقصود ہے۔ جو دنیا بھر میں خصوصاً پاکستان میں اسلام کے خلاف اپنے ایجنڈے کو آگے بڑھانا چاہتے ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ ڈاکٹر عبدالسلام نے اس سنٹر کے قیام کی تجویز اور منصوبہ بندی یقیناً کی تھی لیکن وہ 1974ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر پاکستان چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ یہ سنٹر بعد ازاں مسلمان سائنس دان ڈاکٹر ریاض الدین کی شب و روز محنت سے پایہ تکمیل کو پہنچا۔ اُنھوں نے ہارٹ آف ایشیا کانفرنس میں سرتاج عزیز سے ہونے والی بدسلوکی پر افسوس کا اظہار کیا۔ اُنھوں نے کہا کہ بھارت نے تمام سفارتی اداب کو بالائے طاق رکھ کر بدتہذیبی کا مظاہرہ کیا۔ بھارت اور افغانستان نے سرتاج عزیز کو ملزم کی طرح کٹہرے میں کھڑا کر کے الزامات کی بارش کر دی۔ البتہ روس نے پاکستان پر لگنے والے الزامات کی تردید کی اور اِسے زیادتی قرار دیا۔ روس کے نمائندے نے واضح کیا کہ اس کانفرنس کو ہائی جیک کرنے کا کسی کا حق نہیں۔ طیارے کے حادثے پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ وہ پی آئی اے جو کبھی دنیا کی بہترین فضائی کمپنیوں میں سے تھی اور اُس نے امارات، سنگاپور اور ملائیشیا کو فضائی کمپنی بنانے میں تعاون کیا۔ آج سیاسی رشوتوں، ناجائز بھرتیوں اور اقربا پروری سے دیوالیہ ہو چکی ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ حکمرانوں کی بدعنوانیوں کی وجہ سے 47 پاکستانی شہید ہو گئے یہ گھرانے اُجڑنے کے ذمہ دار حکمران اور پی آئی اے کا ادارہ ہے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

تو اللہ نے دوسرا احسان آپؐ پر یہ کیا کہ آپؐ پر حقائق کے دروازے کھول دیے۔ سورۃ الشوریٰ (آیت:52) میں فرمایا: ﴿مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ﴾ ''(اے نبی ﷺ!) آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے'' ﴿وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا﴾ ''لیکن اس (قرآن) کو ہم نے ایسا نور بنایا ہے جس کے ذریعے سے ہم ہدایت دیتے ہیں اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں۔''

آگے تیسرے احسان کا ذکر آرہا ہے۔

﴿وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ⑧﴾ ''اور اس نے آپؐ کو تنگ دست پایا تو غنی کر دیا!''

یہاں بھی اللہ جتا رہا ہے کہ وہ رب آپؐ کو تنہا نہیں چھوڑے گا جس نے قدم قدم پر آپؐ کی راہنمائی کی ہے اور یہاں تیسرا احسان یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ آپؐ کو تنگ دست پایا تو غنی کر دیا۔ وہ عالم اسباب میں کسی کو ذریعہ بناتا ہے اور آپؐ کا ذریعہ آپؐ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ کو بنایا۔ جس طرح حضور ﷺ کو قریش نے الصادق والامین کا خطاب دیا ہوا تھا، اسی طرح حضرت خدیجہ ؓ کو انہی قریش نے طاہرہ کا خطاب دیا ہوا تھا۔ کیونکہ وہ انتہائی پاکباز خاتون تھیں۔ امیر اتنی تھیں کہ ان کے تجارتی قافلے یمن سے شام تک پھیلے ہوئے تھے۔ لیکن پورے معاشرے میں ان کا خاص وصف یہ تھا کہ وہ پاکباز تھیں۔ مکہ کے بڑے بڑے سرداران سے نکاح کے خواہش مند تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کا دل آپ ﷺ کی طرف پھیر دیا اور انہوں نے خود آپؐ کو نکاح کا پیغام بھجوایا۔ آپ ﷺ سیرت کے لحاظ سے سب سے اونچے مقام پر تھے لیکن مالدار نہیں تھے۔ البتہ آپؐ کی خواہش ہوتی تھی کہ یتیموں، بیواؤں، مسافروں کی مدد کریں اور جو قافلے حج کے لیے آ رہے تھے ان کی ضروریات کا خیال کریں۔ خدمت خلق کا جذبہ اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت خدیجہ ؓ سے نکاح کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپؐ کی خواہش کے مطابق تمام اسباب فراہم کر دیے۔ سیرت کا ایک واقعہ ہے کہ حضور ﷺ ایک مرتبہ پریشانی کی حالت میں گھر تشریف لائے تو حضرت خدیجہ ؓ نے پوچھا کہ پریشان کیوں ہیں۔ فرمایا: حاجیوں کا ایک قافلہ آیا ہے لیکن ان لوگوں کے پاس نہ کھانے کو کچھ ہے اور نہ ہی موسم کی مناسبت سے کپڑے ہمراہ ہیں، انتہائی بُرے حالوں میں ہیں اور میرے پاس کچھ نہیں کہ میں ان کی مدد کرسکوں۔ چونکہ آپ حضرت خدیجہ ؓ کے مال کو اپنا نہیں سمجھتے تھے لہٰذا حضرت خدیجہ ؓ کو احساس ہوا کہ حضور ﷺ کی پریشانی کیا ہے۔ انہوں نے قریش کے سرداروں کو بلایا اور ان کے سامنے اپنے سارے مال کا ڈھیر لگا دیا اور کہا کہ گواہ رہنا میں نے اپنا سارا مال محمد ﷺ کو دے دیا ہے۔ اب یہ ان کی ملکیت ہے۔ چنانچہ اب آپ ﷺ کو سہولت ہوگئی کہ خدمت خلق کا کام بھرپور طریقے سے کرسکیں۔ اس آیت میں اس پس منظر کو بیان کیا گیا ہے اور آپ ﷺ کو احساس دلایا گیا ہے کہ وہ رب آپؐ کو اکیلا چھوڑنے والا نہیں ہے۔

﴿فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ⑨﴾ ''تو آپؐ کسی یتیم پر سختی نہ کریں۔''

حضور ﷺ پر اللہ تعالیٰ کے تین بڑے احسانات کے ذکر کے بعد اب یہاں اسی مناسبت سے تین راہنما اُصول بتائے گئے ہیں۔ یتیم چونکہ معاشرے کا سب سے کمزور اور قابل رحم طبقہ ہوتا ہے لہٰذا سب سے پہلے آنحضور ﷺ کی حیات مبارکہ کو یتیموں کے لیے ایک نمونہ بنایا گیا اور اللہ تعالیٰ نے خود آپؐ کی سرپرستی فرما کر اُمت کے لیے ایک راہنما اُصول بنا دیا اور یہاں یہی اُصول بتایا جا رہا ہے کہ آپؐ بھی اسی طرح یتیموں کی سرپرستی کا اہتمام کریں اور معاشرے میں اُن پر سختی نہ ہونے پائے۔ آپؐ تو خود یتیم تھے، لہٰذا آپؐ کو احساس تو تھا ہی لیکن آپؐ رحمۃ اللعالمین بھی بنا کر بھیجے گئے ہیں، آپؐ تو ہیں ہی احسان کرنے والے اور رحم دل۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ آپؐ سے کسی یتیم پر سختی کا معاملہ ہو۔ لہٰذا آپؐ کے ذریعے یہ اُمت کو بتایا جا رہا ہے کہ یتیم معاشرے کا قابل رحم طبقہ ہے اور سب سے زیادہ بے یارو مددگار۔ لہٰذا اس کا اکرام ہو اور اس کے حقوق سلب نہ ہونے پائیں۔

﴿وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ⑩﴾ ''اور آپؐ کسی سائل کو نہ جھڑکیں۔''

سائل دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جو دست سوال دراز کرتے ہیں۔ اگر کسی وقت آپ کے پاس دینے کے لیے کچھ نہ ہو تو آپ معذرت تو کرسکتے ہیں لیکن جھڑکیں مت۔ سائل کے حوالے سے ہمارے دین کی تعلیمات بہت ہی متوازن ہیں۔ ایک طرف دین میں مانگنے والوں کی انتہائی سرزنش کی گئی ہے تاکہ بے عملی و بے توقیری کا رجحان پیدا نہ ہو اور دوسری طرف یہ کہا گیا کہ اگر سائل مانگنے کے لیے آ جائے تو خالی ہاتھ نہ جانے دو، دوسرے تمہارے مال میں محتاجوں اور ضرورت مندوں کا بھی حق ہے۔ چنانچہ ان میں سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں میں دیکھا جائے کہ جو ضرورت مند اور محتاج ہیں ان کی مدد کی جائے۔ اسی طرح پڑوسیوں کے حقوق معین کر دیے گئے۔ چالیس گھر تک اگر کوئی پڑوسی بھوکا سو گیا اور تمہارے پاس ڈھیروں مال پڑا ہوا ہے تو تمہاری گردن پکڑی جائے گی۔ زکوٰۃ کا معاملہ اپنی جگہ ہے لیکن اس کے علاوہ یہ حقوق بھی معین ہیں۔ ان کے بارے میں روز قیامت سوال کیا جائے گا۔ اسی طرح سائلین کے بھی حقوق ہیں کہ ان کو بھی دے دیا کرو۔ اگرچہ اس میں ایک سوال تو بنتا ہے ہمارے ہاں کے پروفیشنل بھکاری، چمٹ جانے والے بھی ہوتے ہیں۔ لہٰذا ایک نقطۂ نظر یہ ہے کہ beggary کو فروغ نہ ملے۔ لیکن:

﴿وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ﴾
''اور ان کے اموال میں مانگنے والے اور محتاج کا حق ہوتا ہے۔'' (الذّٰریٰت:19)

اس آیت میں بہت واضح حکم ہے کہ سائلین اور محرومین دونوں کا حق ہے۔ لہٰذا اس سے واضح ہوتا ہے کہ بہتر یہی ہے کہ سائل کو کچھ نہ کچھ دے دیا جائے۔ لیکن اگر دینے کے لیے کچھ بھی نہ ہو تو بات نرم انداز سے کی جائے۔ جھڑکا نہ جائے۔

﴿وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ⑪﴾ ''اور اپنے رب کی نعمت کا بیان کریں۔''

آپؐ پر اللہ تعالیٰ کے انعامات کے تین لیول بیان ہوئے (آیت: 6 تا 8) کہ ہم نے آپؐ کو یتیم پایا تو ٹھکانہ فراہم کر دیا۔ آپؐ کو تنگ دست پایا تو غنی کر دیا اور آپؐ کو تلاش حقیقت میں سرگرداں پایا تو ہدایت کے سارے دروازے کھول دیے۔ اسی حوالے سے شکر گزاری کے تین راہنما اُصول بھی بتا دیے گئے کہ یتیم پر سختی نہ ہونے پائے، سائل علم کا طالب ہو یا مال کا اُس کو جھڑکا نہ جائے اور تیسری بات یہ بیان ہوئی ہے کہ آپؐ کو قرآن کی صورت میں جو عظیم نعمت عطا ہوئی ہے اس پر شکر کا تقاضا ہے کہ آپ اس کی اس نعمت کا چرچا کریں اور اسے زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پھیلائیں۔ اس حکم میں ہمارے لیے بہت بڑا سبق ہے۔ ہدایت کی نعمت کو اگر انسان اپنی ذات تک محدود کر کے بیٹھ رہے تو اس کا یہ طرز عمل بخل کے مترادف ہوگا۔ لہٰذا جس کسی کو اللہ تعالیٰ ہدایت کی دولت سے نوازے اسے چاہیے کہ اس خیر کو عام کرے اور اسے زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کا صحیح فہم اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

خواب لٹے جاتے ہیں!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

گلوبل کلچر کے نفاذ کے ضمن میں پاکستان پر آئے دن نت نئے اعتراضات، سفارشات کی یلغار رہتی ہے۔ جسے بڑھاوا دینے میں پیش پیش ہماری این جی اوز، میڈیا، بلاول میاں جیسے نوخیز لاابالی، موروثی سیاستدان ہیں۔ اپنی مسلم تہذیب، ثقافت، دینی اقدار، قیامِ پاکستان کی تاریخ، مصورِ پاکستان اور بانیانِ پاکستان کے حقیقی نظریات یعنی دوقومی نظریے سے لاعلم یا گریزاں یہ طبقات مقامی سہولت کاری فرماتے ہیں۔ تازہ ترین دو حملے ہوئے ہیں۔ سندھ میں قانون سازی کرکے غیر مسلموں کے اسلام قبول کرنے کی راہ میں دیوار کھڑی کر دی ہے! محمد بن قاسمؒ کے ورود کی سرزمین پر قبولِ اسلام تقریباً ناممکن بنایا جائے؟ وہ سترہ سالہ نوجوان مسلم لشکر کا سپہ سالار تو برصغیر کی تاریخ بدل دے۔ بندر، گائے سانپ اور لاکھوں بتوں کو گائے کا پیشاب پی پی کر خدا ماننے والوں کے درمیان مجدد الف ثانیؒ، شاہ ولی اللہؒ، سید احمد شہیدؒ جیسی عبقری شخصیات قطار اندر قطار لا کھڑی کرنے کا موجب ہو۔ اسلام اور ہزار سالہ مسلمانوں کی حکمرانی کی بنیاد رکھے۔ آج اسی سرزمین پر کھڑے ہو کر رقص و موسیقی کو اپنا کلچر قرار دینے والا وزیراعلیٰ مراد علی شاہ ہو۔ موہنجوداڑو ہڑپہ کے کھنڈرات پر کھڑے ہو کر موسیقی کے ہنگام میں بلاول میاں نے بھی اپنی ثقافت کھنڈر ہو جانے والوں سے جوڑی تھی۔ انہی نظریات نے یہ دن دکھایا کہ عین اسی سرزمین پر قانون سازی کے نام پر دینِ حق پر یہ اوچھا وار اپنے ہی سپوتوں کے ہاتھوں، آئینِ پاکستان اور قراردادِ مقاصد کے علی الرغم ممکن ہوا! اصلاً تو اسلام بےزار سیکولر طبقہ غیر مسلموں سے یہ کہنا چاہ رہا ہے کہ ہم تو اسلام میں پیدا ہو کر پھنس گئے۔ تم تو...... جیو جیسے چاہو۔ مزے ہی مزے...... بلا روک ٹوک......!

دوسرا حملہ ملک کے اسلامی تشخص پر نصابِ تعلیم میں این جی او کے اعتراضات اور اس کی روشنی میں سفارشات کے ذریعے ہوا ہے۔ المیہ تو یہ ہے کہ عسکری حملے پر تو قوم کفر کے خلاف صف آرا ہو کر شہادت کے لیے مرمٹے گی۔ تاہم یہ خاموش زہر جو رگ و پے میں اتار کر نسلوں کو الحاد کی طرف دھکیلا جا رہا ہے اس کی خبر پروا نہیں! این جی او کو سب سے بڑا اعتراض اسلام کو دینِ حق کہنے پر ہے۔ زیرِ نظر سطور اسی یاددہانی کے لیے ہیں کہ ڈالر یافتگان یا ڈالر دہندگان کو اچھا لگے یا برا...... حق تو یہ ہے کہ واقعی ربِّ کائنات، مدبرِ کائنات، نورِ کائنات کی طرف سے بھیجا دین ہی حق ہے! اور یہی تہجد کے وقت الاپے جانے والے ترانۂ حق کے الفاظ بھی ہیں! (یہ بھی تازہ کرلیں کہ ہمارا رب کیسا ہے!):

یا اللہ! ہر طرح کی تعریف تیرے ہی لیے ہے۔ تو آسمانوں اور زمین اور ان میں رہنے والی تمام مخلوق کو قائم رکھنے اور سنبھالنے والا ہے۔ اور تعریف تیرے ہی لیے ہے۔ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان تمام چیزوں پر حکومت تیرے ہی لیے ہے۔ (باقی تمام حکومتیں، سیاستیں قیادتیں یکے بعد دیگرے مٹ جانے والی عارضی، فانی، مکڑی کے جالے کی مانند ہیں!) اور تعریف تیرے ہی لیے ہے، تو نور ہے آسمانوں اور زمین کا! (امت خود غفلت اور جہالت کی تاریکی اور جاہلیت کے گھپ اندھیروں میں غوطے کھا رہی ہے اسے نور عطا کر دے!) اور تیری ہی تعریف ہے کہ انت الحق۔ تو سچا ہے! تیرا وعدہ سچا ہے۔ تیری ملاقات برحق ہے! (جس کی تیاری برسرِ زمین ہمیں کرنی ہے۔ زیرِ زمین جانے سے پہلے!) اور تیری بات سچی ہے۔ اور جنت برحق ہے اور دوزخ برحق ہے۔ اور تمام پیغمبر سچے ہیں اور محمد ﷺ سچے ہیں (محمد حق!) اور قیامت برحق ہے...... اس طویل دعا میں آگے بندہ اللہ کے حضور اپنے ایمان، فرمانبرداری، بھروسا، انابت کو پیش کر کے مغفرت طلب کرتا اور آخر میں یہ اقرار دہراتا ہے کہ لا الٰہ الا انت O تیرے سوا کوئی معبود نہیں!

یہ ایک اور دنیا ہے جو جنگل سے برآمد ہو کر پورے گلوب پر ناچتے خوخیاتے تہلکہ مچاتے ڈارونی بندر کے ادراک سے ماوراء ہے...... کہ جن کی:

نگہ الجھی ہوئی ہے رنگ و بو میں
خرد کھوئی گئی ہے چار سو میں!

اب یہ الجھی نگاہ الحق اور دینِ حق تک رسائی کیونکر پائے؟ دل کا آئینہ نگاہوں کے راستے آلودہ ہو چکا۔ (حسنِ فرنگ کی بہاروں کا دلدادہ) کیونکہ: نگاہ چاہیے اسرارِ لا الٰہ کے لیے۔ لارڈ میکالے کامیابیوں کے جھنڈے گاڑ چکا۔ محمد بن قاسمؒ اور محمود غزنویؒ کے معرکوں کی سرزمین بانجھ ہو چلی۔ پچھلی نسل کی باقیات کو اس چیلنج کو قبول کر کے اٹھنا ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کے دور میں یکایک بےشمار فتنوں نے سر اٹھایا تھا۔ خلیفۂ راشدؓ نے فتنۂ ارتداد، جھوٹے نبیوں کا ظہور اور ان کے پیروکاروں کے خلاف جنگیں، مانعینِ زکوٰۃ کا فتنہ، جس پامردی سے چٹان بن کر مقابلہ کیا تھا، آج اسی کی ضرورت ہے۔ انہوں نے فرمایا تھا: کیا دین بدل دیا جائے گا جبکہ میں ابھی زندہ ہوں؟ آج ہر صاحبِ ایمان، بدرجۂ اولیٰ علماء اور دینی جماعتوں کو یہی الفاظ پکار رہے ہیں۔ معجزے کے طور پر کفر (انگریز اور ہندو) کے جبڑوں سے اس ملک کو نکال کر کھڑا کر دینے والے بانیان اور قراردادِ مقاصد پاس کروانے کا مشکل مرحلہ سر کرنے والے علماء کی محنتوں کا ثمر کیا مٹھی بھر سیکولر (لیکن مقتدر) طبقے کے ہاتھوں لٹنے دیا جائے گا؟ تعلیمی اداروں میں نفاق بونے کی فیکٹریاں کھلی ہوئی ہیں۔ ایک وفاقی یونیورسٹی کے استاد مسلسل لڑکیوں سے نوکریاں کرنے کا عہد لیتے رہتے ہیں۔ (مبادا کوئی گھر بسانے گھر چلانے کی حماقت نہ کر بیٹھے، کے پیرائے میں!) یہ بھی کہ میں نماز کے وقت نماز پڑھ لیتا ہوں جب توفیق ملے۔ اور ناچنے کے وقت ناچتا ہوں! (رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی! وہ تو جائے گی!) یہ تو ہلکی پھلکی چٹکلوں والی ذہن سازی، برین واشنگ ہے۔ تفاصیل دیگر ہوشربا ہیں!

ایسی بزموں سے جو پھل پانے کی رکھتا ہے امید
کیا شجر سمجھا ہے اس نے برگ کے انبار کو!

سو تعلیمی اداروں میں آئندہ نسل کی شجرکاری آبیاری مہم کا حاصل قوم کو ان ہاتھوں سے انبار ہائے برگِ خزاں کے سوا کچھ بھی نہیں خدانخواستہ! سکولوں میں کم عمر کنواری بچیوں کو بریسٹ کینسر کی آگاہی دینے کی آڑ میں مرد، عورتیں آکر ورزشیں سکھا رہے ہیں۔ جسمانی ساخت بارے گفتگو ہو رہی ہے۔ اس بہانے بچیوں کی حیا اتاری جا رہی ہے۔ حیا باختگی کی دیگر ہم نصابی سرگرمیاں (رقص و موسیقی، برائیڈل شو، تعلیمی اداروں میں پروگراموں کی صدارت کے لیے ناچنے گانے بجانے والے مرد وزن کو نمونۂ عمل بنا کر بلانا) کیا کم تھیں کہ اب ہاتھ گریباں تک جا پہنچا...... کرکٹ کی کوچنگ کے لیے نوخیز بچیوں پر مرد حضرات کا مقرر کیا جانا۔ اگر کرکٹی دوڑ نگے لگوانا اتنا ناگزیر بھی ہے تو کیا اتنے سالوں میں کرکٹ کے میدان میں جھنڈے گاڑتی خواتین اس کام کے لیے موجود نہیں؟ یہ سب تعلیم کی

آڑ میں ایمان، حیا، نسوانیت کا جنازہ اٹھانے کے سامان ہیں۔ جو واویلا پیس اینڈ ایجوکیشن فاؤنڈیشن نے ہمارے نصابوں پر کیا ہے اقلیتوں کے حقوق کے نام پر...... اس کا محل پاکستان نہیں۔ امریکہ، اسرائیل، بھارت، برما ہے۔ ہماری آنکھوں میں یہ دھول نہ جھونکی جائے۔

ٹرمپ ابھی کرسیٔ صدارت پر جلوہ افروز بھی نہیں ہوا، اور ایک ماہ سے کم عرصے میں 900 نفرت انگیز، پُرتشدد حملے مذہبی، نسلی اقلیتوں پر ہو چکے۔ مساجد میں نفرت سے آلودہ خطوط اور مسلمانوں کو نسل کشی کی دھمکیاں دی گئیں۔ انسانیت سے عاری، وحشت زدہ، انتہا پسند جنونی امریکی دنیا بھر کے امن اور سلامتی کے لیے شدید خطرے کی علامت ہے۔ ٹوٹے، بکھرے خاندانوں سے پل بڑھ کر نکلتی ان کی بے جہت، منتشر، تشنہ نسلیں دجالی لشکر بن کر کیا خیر لائیں گی! حالات و واقعات بتا رہے ہیں کہ دجال کی آمد سے پہلے اسلام کا صفایا ایجنڈے پر ہے۔ سعودی عرب کا گھیراؤ، پاکستان سے نظریۂ پاکستان کی ہر رمق کھرچ کر نکال دینے، اس پر اقلیتوں کی گرفت مضبوط کرنے کا اہتمام جاری و ساری ہے۔ سیکولر ایجنڈے، اہلِ دین، علماء، مدارس اور قبولِ اسلام سے نمٹ رہے ہیں۔ حتیٰ کہ ایاك نعبد و ایاك نستعین کہنے والے عمران خان (تمام تر رنگ ترنگ کے ہمراہ) کے ہاں سے شاہ محمود قریشی (گدی نشین پیر صاحب عمامہ پہنے مزار پر مریدین سے چندے وصولتے!) نے بھی قبولِ اسلام بندش قانون کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

اُدھر مسلم دنیا کے گھیراؤ میں اسرائیل نے بھی شام پر فضائی حملے شروع کر دیے ہیں۔ عمارتوں کے ملبے تلے سے روزانہ کی بنیاد پر نکالے جاتے معصوم زخمی پھول سے بچوں کی نفری بڑھانے میں امریکہ نیٹو روس کم پڑ رہے تھے سو امریکی آلہ کار مصری السیسی کے بعد اب اسرائیل کی باری ہے۔

کشمیریوں نے ان حالات میں بھی ہمیں شرمسار کرنے پر کمر کس رکھی ہے۔ ہم ہانکے پکارے فریادیں کر رہے ہیں: مجھے اللہ جینے دو کہ میں لبرل مسلمان ہوں......! اُدھر عزت مآب سن و سال کے بوڑھے لیکن عزم و ہمت کے جوانمرد مجاہد سید علی گیلانی کے ہمراہ نعرہ زن کشمیری نوجوان پاکستان سے رشتہ کیا؟ لا الٰہ الا اللہ پکارتے ہیں! پاکستان نے پاکستانیت کے ٹریڈ مارک پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ کو بگل بجا کر گہرا دفن کرنے کے بے شمار اہتمام کر ڈالے۔ اب یہی ترانہ سری نگر سے بجنے لگا! شاید ہمیں یہ یاد کروانے کو کہ:

مصلحت کوشو اٹھو خواب لٹے جاتے ہیں! ❀❀❀

نامے میرے نام

محترم جناب حافظ عاکف سعید صاحب
امیر تنظیم اسلامی و چیف ایڈیٹر ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔

میرے لکھے ہوئے مضامین ندائے خلافت میں کبھی کبھی شائع ہو جاتے ہیں اس کے لیے میں آپ کا اور آپ کی ٹیم کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

میرے مضامین میں آپ کی ٹیم کی طرف سے جو accurate editing ہوتی ہے وہ تو ''اللہ کرے زورِ قلم اور بھی زیادہ'' کے مصداق پڑھ کر تسلی ہوتی ہے۔ مگر دوسرے ہی لمحے آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں اور زبان پر یہ فریاد کہ ''اے میرے رب! تو نے مجھ سے 110 ریسرچ پیپرز Zoology / Parasitology کے مختلف Aspects پر تو لکھوا دیے مگر مجھے دینِ حق کے آئینی و قانونی غلبے و اجراء کی وکالت میں پیپرز اس وقت لکھوائے جب میں 69 سال کا بوڑھا ہو گیا ہوں۔ میری آنکھیں اور میرے ہاتھ کمزور ہو گئے ہیں۔ پھر بھی میرے رب! تیرا شکر ہے کہ تو نے میری سوچ بدل دی۔ اب میں تیرے دین کے قانونی اجراء کے حق میں ان شاء اللہ اپنی بساط کے مطابق لکھتا رہوں گا۔ مگر میرے رب! میرے مضامین کو کوئی شائع نہیں کرتا۔ تو گواہ ہے میرے رب! میں نے روزنامہ جنگ، ایکسپریس اور ندائے ملت کو بھی اپنے مضامین بھیجے تھے جو شائع نہیں کیے گئے۔

پوچھنے پر مجھے بتایا گیا کہ ہمارے readers اس طرح کے مضامین پسند نہیں کرتے اور editorial کمیٹی میں اکثر سیکولر و لبرل عناصر ہی کا غلبہ ہے۔ ہاں میٹھے میٹھے اسلامی مضامین بھیجیں جو صرف نماز، روزہ و دیگر صوفیاء کرام کے بارے میں ہوں، ہم ہمیشہ ان کو شائع کرتے ہیں۔

امیر تنظیم یہ آپ کی مہربانی ہے کہ میرے مضامین کی نوک پلک سنوار کر آپ شائع کرا رہے ہیں اور اگر آپ نے بھی یہ دروازہ بند کر دیا تو میں سانس نہیں لے سکوں گا۔

ہمارے پاک وطن کو کس طرح سیاسی گدھوں نے نوچا؟ خوشحال خاندانوں نے کس عیاری کے ساتھ اپنے ہی حق میں قانون سازی کرائی اور یہ سب سیاسی و درباری علماء کے تعاون سے ہی ہوا۔ آپ اس سمت میں قانونی جمہوری کوششیں مزید تیز کریں۔ وقت بہت تیزی سے گزر رہا ہے۔ ہر آنے والا دن گزرے دن سے بھی ہولناک ہے۔ مجھے شدید اندیشہ ہے کہ ملک پر اللہ کے عذاب کے مزید کوڑے برسیں گے۔

اللہ آپ کو اپنی امان میں رکھے۔ آمین!

والسلام مع الاکرام
پروفیسر ڈاکٹر جمعہ خان کاکڑ، کوئٹہ

دعائے مغفرت — إنا لله وإنا إليه راجعون

☆ حلقہ کراچی جنوبی کی مقامی تنظیم کے ملتزم رفیق جناب رحمت اللہ وفات پا گئے
☆ بہاولنگر تنظیم کے ملتزم رفیق چودھری طالب حسین کی والدہ وفات پا گئیں
☆ گلستان جوہر 2، کراچی کے رفیق جناب عاطف الرحمٰن کے والد وفات پا گئے
☆ کوٹ رادھا کرشن کے ملتزم رفیق محمد اشرف کے برادرِ نسبتی وفات پا گئے
☆ ٹنڈو آدم، حیدر آباد کے رفقاء راؤ محمد بلال اور عدنان احمد کی دادی اور کزن وفات پا گئے
☆ حلقہ پنجاب شرقی، بورے والا کے ملتزم رفیق سیف الرحمان رضا کا بیٹا وفات پا گئے
☆ حلقہ پنجاب شرقی مروٹ کے رفیق غلام رسول کی اہلیہ وفات پا گئیں
☆ حلقہ پنجاب شرقی ہارون آباد کے ملتزم رفیق قاری محمد اکرم کے سسر وفات پا گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے، اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

مغلوں کے عہد (1526ء تا 1857ء) میں کابل تا بنگال سرکاری زبان فارسی تھی لہٰذا اس کا فہم عام تھا۔ مسلمانوں کا مذہبی سرمایۂ حیات بھی عربی کے بعد سب سے زیادہ فارسی میں تھا۔ اُردو زبان نے جنوبی ایشیا میں جنم لیا اور مغلوں کے عہد میں ہی (1800ء تک) سارے ہند میں سمجھی جانے لگی۔ 1947ء تک ہند میں فارسی کسی قدر ایک جانی پہچانی زبان تھی اور اس کا فہم بھی اہلِ علم میں متداول تھا۔ اس لیے علامہ اقبال نے جب اپنے خیالات وافکار کو الفاظ کا جامہ پہنانا چاہا تو برصغیر میں فارسی ہی موزوں ترین زبان سمجھی۔ اگرچہ بعد میں عوام کے لیے آپ نے وہی باتیں اردو کلام میں بھی دہرائی ہیں تاہم علامہ اقبال کے فکر کا اصل ماخذ فارسی کلام یعنی کلیاتِ فارسی ہی ہیں۔ قارئین ندائے خلافت کے لیے مطالعہ کلام اقبال کے عنوان سے علامہ اقبال کے فارسی کلام کے چنیدہ حصّوں کی تشریح کا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے۔ پہلے مرحلہ میں علامہ اقبال کے کلام کا مجموعہ ’پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق‘ میں سے چند منتخب حصّے پیش کیے جائیں گے۔

آغاز کے طور پر اس کتاب کی مشہور نظم ’فقر‘ سلسلہ وار حاضر ہے۔ یہ نظم 72 اشعار پر مشتمل ہے اور بارہ اقساط میں مکمل ہوگی۔

فقر — پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق — 1

1 چیست فقر اے بندگانِ آب و گل — یَک نگاہِ راہ بیں، یَک زندہ دل

مٹی اور پانی سے بنے ہوئے انسانو! فقر کیا ہے؟ — ایک راستہ دیکھنے والی آنکھ اور ایک زندہ دل

2 فقر کارِ خویش را سَنجیدن است — بَر دو حرفِ لَا اِلٰہ پیچیدن است

فقر اپنے کام کو سنجیدگی سے کرنا ہے (اور) لا اِلٰہ کے تقاضوں کے مطابق ڈھالنا ہے

3 فقر خیبر گیر با نانِ شعیر — بستۂ فتراکِ اُو سُلطان و مِیر

یہ فقر جَو کی روٹی کھا کر بھی خیبر جیسے معرکے سر کر لیتا ہے — سرداروں اور بادشاہوں کو لگام دیتا ہے

4 فقر ذَوق و شَوق و تسلیم و رضا ست — ما امینیم ایں متاعِ مصطفیٰ ﷺ ست

فقر ذوق وشوق اور احکامِ الٰہی کے سامنے تسلیم و رضا کا نام ہے — ہم اس متاعِ محمد مصطفیٰ ﷺ کے امین ہیں

فقر عربی لفظ ہے اور اسی سے لفظ ’فقیر‘ صفت مُشبّہ ہے یعنی جس پر مستقل فقر کی کیفیت ہو۔ ایک فقر مجبوری اور کام چوری کی وجہ سے ہوتا ہے اور ایک فقر ’اختیاری‘ ہوتا ہے کہ انسان کسی مشن، نصب العین اور مقصدِ حیات کے لیے تن من دھن لگا دے اور ناگزیر ضروریات کے لیے بھی بمشکل ہی کچھ بچائے، بامقصد مصروفیات اُسے کسب معاش کے لیے فرصت ہی نہ دیں۔ یہ اختیاری فقر عرفِ عام میں ’درویشی‘ کہلاتا ہے۔ اسلام میں حکمرانی کے منصب پر فائز لوگ ’خدمت خلق‘ اور عوامی بہبود کی ذمہ داریاں ادا کریں تو ان کو کسب معاش کے لیے وقت نہیں ملتا۔ لہٰذا اسلام میں حکمرانوں کی تنخواہیں معقول ہوں مگر ان کا رہن سہن عملاً ’درویشی‘ اور ’فقر‘ کا ہونا ضروری ہے جب حکمران اس طرح کے ہوں گے تو معاشرے میں جو اقدار پروان چڑھیں گی ان میں ’فقر‘ یعنی دنیا سے ’بے رغبتی‘ کو فروغ ہوگا اور یہی وہ ’بیج‘ ہے جس سے امانت، دیانت، صداقت، کردار جیسی اقدار جنم لیتی اور فروغ پاتی ہیں کہ جب دنیا کو زیادہ استعمال نہیں کرنا تو ’کرپشن‘ کرنے کی ضرورت کیا ہے؟

اس نظم میں علامہ اقبال نے ’فقر‘ کے فروغ پر زور دیا ہے اور معاشرے میں ہر شعبۂ زندگی میں ایسے افراد کی تیاری کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ بالخصوص حکمرانوں میں یہ وصف ناگزیر ہے پھر علماء اور صوفیاء کے لیے بھی اس میدان میں عوام کے لیے ’نمونہ‘ بننا اور ’آئیڈیل‘ قرار پانا —— ایک صحت مند، ترقی پذیر مسلمان معاشرے کے لیے ناگزیر ہے۔

1۔ اے انسانو! فقر کیا ہے؟ اس جسدِ خاکی میں ایک زندہ (اور باضمیر) دل اور ایک حق کا راستہ دیکھنے والی آنکھ۔

2۔ فقر اپنے تن من دھن کو سنجیدگی کے ساتھ بامقصد سرگرمیوں میں مصروف رکھنا ہے اور ’لا اِلٰہ‘ کے تقاضوں کے مطابق اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی اطاعت کلی میں لگا دینا ہے۔ ’لا اِلٰہ‘ کا تقاضا ہے کہ دنیا میں سرمایہ، عہدہ، مال، سٹیٹس (Status)، وطن، نسل، رنگ اور قوم کے بتوں کی کلی نفی کی جائے۔ خاندانی بادشاہت اور مذہبی وسیاسی خاندانی چودھراہٹ بھی کبھی ’اِلٰہ‘ بن جاتی ہے بندۂ مومن اس کی بھی پورے وثوق سے نفی کرنے والا ہوتا ہے۔

3۔ درویش صفت سپہ سالار فتح خیبر جیسے معرکے سر کر لیتا ہے اور مسلمان درویش حکمران، مطلق العنان بادشاہوں اور درندہ صفت حکمرانوں کو لگام دے کر رکھتا ہے۔

4۔ فقر کی زندگی جس سطح پر بھی ہو، انسان کے ذوق وشوق میں اضافہ کا باعث ہوتی ہے۔ درویشی کی یہ ’متاعِ عزیز‘ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کی امانت ہے اور ہماری ذمہ داری اس امانت کی حفاظت ہے۔ لہٰذا ہر سچے اور مخلص مسلمان یعنی مومنِ صادق کو درویشی کی زندگی یعنی فقر اختیار کرنا ضروری ہے۔

یہ انتہائی افسوسناک صورتحال ہے کہ ایسی ریاست جو لا الٰہ الا اللہ کی بنیاد پر بنی ہو اس میں لوگوں پر اسلام لانے پر پابندی لگا دی جائے۔ ایوب بیگ مرزا

سندھ اسمبلی کے پاس کردہ ایکٹ کو امتناع قبول اسلام کا نام دیا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ ہماری نظر میں یہ قبول اسلام کا راستہ روکنے کی ایک دانستہ کوشش ہے: مفتی منیب الرحمان

آرمی چیف کو تعینات کرنا وزیراعظم کا استحقاق ہے۔ وہ جس کو بھی تعینات کریں اس پر کسی بھی قسم کی بحث نہیں ہونی چاہیے: کرنل (ر) زیڈ آئی فرخ

ابلیسی قوتیں چاہتی ہیں کہ اسلام کو بھی ایک کونے میں بند کر دیا جائے مگر Peace TV جو نام ہی امن کا ہے اسی طرح چلتا رہے گا: ڈاکٹر عارف رشید

پیس ٹی وی کو انڈین چینل نہ گردانا جائے بلکہ کیبل آپریٹر اس کو مفاد عامہ کے چینل کے طور پر لے کر tune کریں تاکہ لوگ اس سے مستفید ہو سکیں: آصف حمید

نئے آرمی چیف کا تقرر، سندھ اسمبلی کا بل، 24 ویں آئینی ترمیم اور پیس ٹی وی پر پابندی کے موضوعات پر حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں نامور دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال :جنرل راحیل شریف کی بطور آرمی چیف تین سالہ کارکردگی کو آپ کس انداز میں evaluate کرتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا :اگرچہ ماضی میں فوجی جرنیلوں نے پاکستان کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ خاص طور پر جن جرنیلوں نے پاکستان کی سیاسی حکومتوں کا تختہ الٹ کر مارشل لاء لگایا صرف انہی کو شمار کر لیجئے تو بہت تاریک صورتحال نظر آتی ہے۔ مثلاً ایوب خان جو خود ساختہ فیلڈ مارشل تھے، انہوں نے اگرچہ پاکستان میں صنعت کے حوالے سے کچھ کام کیا لیکن یقین کیجئے کہ پاکستان کے دو ٹکڑے کرنے اور بنگلہ دیش کی علیحدگی کا بیج اصل میں انہوں نے ہی بویا تھا۔ پھر یحییٰ خان آئے جن کے حوالے سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، دنیا ان کے کارنامے اچھی طرح جانتی ہے۔ اتنا سمجھ لیں وہ پاکستان کی تاریخ کا خوفناک پہلو ہے۔ اس کے بعد جنرل ضیاء الحق آئے۔ ان کا ایک اسلامک امیج تھا۔ لیکن انہوں نے بھی اسلام کو نقصان پہنچایا۔ وہ ایسے اسلام کے ارد گرد رہے جو ان کی کرسی کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائے۔ دوسری اور سب سے بڑی بات یہ کہ ایم کیو ایم نے انہی کے دور میں جنم لیا۔ اس کے بعد پرویز مشرف آئے جن کے بارے میں بات کرتے ہوئے گھن آتی ہے۔ کیونکہ ان کے دور میں پڑوس میں ایک اسلامی ریاست کو تہہ و بالا کیا گیا۔ مسلمانوں کا خون بہایا گیا۔ امریکہ نے پرویز مشرف کی مدد سے ہی اتنا بڑا ظلم کیا۔ یہ تو ہوئے ہمارے سابق فوجی جرنیلوں کے سیاہ کارنامے لیکن میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ راحیل شریف نے جو کارکردگی دکھائی ہے۔ ان کا نام ان شاء اللہ آرمی چیف کی حیثیت سے تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔ تین سال میں انہوں نے بہت سے کارنامے سرانجام دیئے۔ میں یہاں دو کا ذکر کروں گا۔ دہشت گردی کے حوالے سے یوں تو انہوں نے سارے ملک میں آپریشن کیا لیکن کراچی کا معاملہ بہت بگڑ چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سعادت ان کو ملی کہ انہوں نے کراچی کے معاملے میں پاکستان کو ایک بہت بڑے حادثے سے بچا لیا۔ کیونکہ کراچی کے معاملے میں انڈیا، امریکہ، برطانیہ اور اسرائیل تقریباً 37 سالوں سے محنت کر رہے تھے اور انہوں نے اربوں ڈالر خرچ کیے۔ اس کے علاوہ بے شمار وسائل انہوں نے لگائے ہیں۔ یہ 37 سال میں نے اس لیے کہا کہ 14 اگست 1979ء کو الطاف حسین نے پہلی دفعہ یوم آزادی کے موقع پر پاکستان کا پرچم سر عام جلایا تھا۔ لہٰذا اس کا یہ ایجنڈا سامنے آیا تھا کہ وہ دوسری قوتوں کے مقاصد پورے کر رہا ہے اور اس کو ٹارگٹ دیا گیا ہے کہ وہ کراچی کو الگ کرے۔ کراچی کا پاکستان سے الگ ہونے کا مطلب ہے کہ پاکستان کا سر الگ ہو جائے۔ کیونکہ اصل بندرگاہ تو کراچی کی ہے۔ لہٰذا جنرل راحیل شریف اور ان کی ٹیم نے ان اڑھائی سالوں میں دشمنوں کی ان 37 سالہ کوششوں کو ناکام بنایا اور کراچی کے حالات تقریباً نارمل ہوئے ہیں اور میں یہ بات بھی واضح کر دوں کہ انہیں کسی حد تک مرکزی حکومت کی بھی کوئی حمایت حاصل نہیں تھی اور صوبائی حکومت نے تو کھلم کھلا مخالفت کی۔ دوسری بات یہ ہے کہ سی پیک کے معاملے میں سیاسی اور عسکری قیادت دونوں شامل تھے۔ لیکن راحیل شریف کا رول بہت اہم ہے۔ انہوں نے سی پیک منصوبے کو تکمیل کی طرف لے جانے میں بڑا کلیدی رول ادا کیا۔ خاص طور پر فوج نے اس منصوبے کے سارے راستوں کی حفاظت کے لیے ایک نئی ڈویژن قائم کی اور اس ڈویژن کے چالیس منصب دار اس کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ سی پیک منصوبہ معاشی حوالے سے گیم چینجر ثابت ہوگا۔ لیکن درحقیقت معاشی حوالے سے اس کی حیثیت ثانوی ہے۔ اس کی اصل حیثیت پاکستان اور چائنہ دونوں کے لیے دفاعی نقطۂ نظر سے ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ انڈیا، امریکہ اور اسرائیل خاموش ہو گئے ہیں اور اس کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کریں گے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ راحیل شریف نے ایک نئی ڈویژن قائم کر کے ان کے سامنے ایک بہت بڑی دیوار کھڑی کر دی ہے اور ان شاء اللہ ہمیں امید ہے کہ ہمارے دشمن اس دیوار سے سر ٹکرا کر ختم ہو جائیں گے۔

سوال :اس میں کوئی شک نہیں کہ آرمی چیف نے یہ کامیابیاں حاصل کیں لیکن کچھ کام ایسے تھے جو وہ اپنے دور میں مکمل نہیں کر سکے۔ مثلاً ضرب عضب اپنے وقت پر مکمل نہیں ہوا، کرپشن اور دہشت گردی کا گٹھ جوڑ ختم نہیں ہو سکا۔ پنجاب میں کراچی طرز کا فوجی آپریشن نہیں ہوا۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے حوالے سے انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ اس کے ذمہ داران کو کیفر کردار تک پہنچانے میں وہ اپنا کردار ادا کریں گے۔ لیکن کچھ نہیں ہوا۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ نئے آرمی چیف ان کے اس نامکمل ایجنڈے کی تکمیل کر پائیں گے؟

ایوب بیگ مرزا : آپ کی باتیں درست ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات مزید ان کے کریڈٹ پہ جاتی ہے کیونکہ پنجاب میں آپریشن اور سانحہ ماڈل ٹاؤن کے حوالے سے ان کا ایک بڑا واضح ٹکراؤ مرکزی حکومت کے ساتھ ہونے جا رہا تھا لیکن انہوں نے اس حوالے سے withdraw کر کے ملک کو اندرونی طور پر ایک بڑے تصادم سے بچا لیا۔ پھر آپ نے دیکھا ہوگا کہ مودی سرکار کے آنے سے LOC پر جو صورتحال بن گئی تھی اس کی وجہ سے ان کی توجہ مزید بٹ گئی اور انہوں نے جس طرح انڈیا کو

جواب دیا سیاسی حکومتیں تو اُس طرح بول ہی نہیں سکتیں۔ کیا کسی آرمی چیف نے اس سے پہلے ''را'' کا نام لیا تھا؟ انہوں نے کھلے عام انڈیا کو للکارا اور جاتے جاتے انہوں نے تو انڈیا کے وزیر اعظم کا نام لے کر کہا کہ مودی تم کیا جانو کہ سرجیکل سٹرائیک کیا ہوتی ہے اگر کبھی پاکستان نے سرجیکل سٹرائیک کی تو ہندوؤں کی آئندہ نسلیں اپنی نصابی کتابوں میں پاکستانیوں کے کارنامے پڑھیں گی اور انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم دوستی نبھانا بھی جانتے ہیں اور دشمنی کا قرض اتارنا بھی جانتے ہیں۔

سوال: نئے آرمی چیف کو جو چیلنجز درپیش ہیں کیا وہ ان سے بہتر انداز میں نبرد آزما ہوسکیں گے؟

زیڈ آئی فرخ: ان کو پہلے کی نسبت زیادہ چیلنجز درپیش ہوں گے۔ کیونکہ انڈیا کا پاکستان کے خلاف جارحانہ رویہ بڑھتا ہی چلا جارہا ہے۔ اس کا صاف مطلب ہے کہ انڈیا کی طرف سے چیلنجز بڑھتے چلے جائیں گے۔ اس حوالے سے ضرورت اس امر کی ہے کہ پوری قوم ان کی پشت پر متحد ہو کر کھڑی ہو۔

سوال: آپ کی ان سے ملاقاتیں ہوئی ہوں گی۔ ان کا جوش و خروش کیسا ہے؟

زیڈ آئی فرخ: میں ان کو بچپن سے جانتا ہوں۔ تقریباً 35 سال میرے ساتھ رہے۔ وہ انتہائی سنجیدہ آدمی ہیں۔ ہر چیلنج کو انتہائی سنجیدگی سے لیتے ہیں اور خاموشی کے ساتھ ٹھنڈے دل سے اس پر غور کر کے ایک ایسا فیصلہ کرتے ہیں جس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی۔ انہوں نے انتہائی خوبصورت فیصلے کیے بھی ہیں۔ ان دنوں میری ان سے تین ملاقاتیں ہوئی ہیں۔ جو میں نے دیکھا ہے تو ان کو خوشی سے زیادہ چیلنجز کے جذبات کا سامنا ہے۔ ان کا جذبہ یہی ہے کہ موجودہ حالات میں قوم کی جو ضروریات ہیں ان سب کو پورا کیا جائے۔ مجھے تو بہت اُمید ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پورا کریں گے۔ لیکن لوگوں میں جو قیاس آرائیاں شروع ہو جاتی ہیں ان سے اجتناب کرنے کی ضرورت ہے۔ آرمی چیف کو تعینات کرنا وزیر اعظم کا استحقاق ہے۔ وہ جس کو بھی تعینات کریں اس پر کسی طرح کی بحث نہیں ہونی چاہیے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آرمی جو کام کر رہی ہے وہ انتہائی مشکل ٹاسک ہے اور آرمی اس حوالے سے ڈیلیور کر رہی ہے۔ لہٰذا ہمیں اس پر نکتہ چینی نہیں کرنی چاہیے۔

سوال: بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ لوگ الیکٹرانک میڈیا اور خاص طور پر سوشل میڈیا پر فضول اور بے سروپا تبصرے کرتے رہتے ہیں۔ نئے آرمی چیف کے حوالے سے بھی ان دنوں مذہبی بنیاد پر ایک بڑا تنازعہ چل رہا ہے۔ آپ اس حوالے سے کیا کہیں گے؟

زیڈ آئی فرخ: میں اس پر حلف دے سکتا ہوں کہ جو لکھا جا رہا ہے یہ سب بکواس ہے۔ میں ان کے خاندان کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ ان کے والد اور چچا میرے Boss رہے ہیں۔ میں ان کا فیملی فرینڈ ہوں اور ان کے پورے خاندان کو جانتا ہوں۔ وہ پکا مسلمان ہے اور اپنے کام سے کام رکھنے والا بندہ ہے، اس کا کسی فرقے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

سوال: سابق آرمی چیف جنرل راحیل شریف کو نیشنل سکیورٹی ایڈوائزر کے عہدے یا 34 اسلامی ممالک کے فوجی اتحاد کی سربراہی کی آفر کی جارہی ہے۔ کیا ان کو کوئی اہم عہدہ ملنے والا ہے؟ ان خبروں میں کیا صداقت ہے؟

زیڈ آئی فرخ: قوم کو اس بات پر محتاط ہونا چاہیے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جنرل راحیل کی پوری دنیا میں ایک کامیاب کمانڈر کی حیثیت سے پہچان ہے اور ان کی اہم عہدیداروں سے ملاقاتیں ہوتی رہی ہیں۔ میں تو چاہوں گا کہ پاکستان ان کے ویژن کو استعمال کرے۔ وہ اس کام کے لیے مشیر خارجہ لگ سکتے ہیں۔ اس وقت ہمیں دنیا کو یہ یقین دہانی کرانی ہے کہ ہم نے دہشت گردی نہیں کروائی۔ اس کے لیے ہمیں ڈپلومیسی اور لابنگ پر مشتمل جارحانہ پالیسی کی ضرورت ہے۔ اس جارحانہ لابی کے لیے آپ ایک اچھا بندہ استعمال کر سکتے ہیں جس کو کہ پہچانا جائے۔ البتہ یہ ان کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ کیا کرنا چاہتے ہیں۔

سوال: حال ہی میں سندھ حکومت نے ایک بل پاس کیا ہے جس کے مطابق 18 سال سے کم عمر کا کوئی بچہ اپنا مذہب تبدیل نہیں کر سکتا اور اگر وہ کرے گا تو یہ قابل تعزیر جرم قرار پائے گا۔ یہ نیا قانون اسلامی لحاظ سے کیسا ہے۔ اور کیا یہ sustain کر پائے گا؟

ایوب بیگ مرزا: اس بل میں جو موقف اختیار کیا گیا ہے پہلے میں اس کی اصلاح کر دوں کہ یہ ''مذہب تبدیل نہیں کر سکتا'' والا معاملہ نہیں بلکہ اصل میں یہ ''اسلام نہیں لا سکتا'' والا معاملہ ہے۔ مسلمان سے عیسائی تو ہو سکتا ہے، ہندومت اختیار کر سکتا ہے مگر بل کے مطابق اسلام نہیں لا سکتا ہے۔ یہ انتہائی افسوسناک صورتحال ہے کہ ایسی ریاست جو لا الٰہ الا اللہ کی بنیاد پر بنی ہو اس میں لوگوں پر اسلام لانے پر پابندی لگا دی جائے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ بل اسمبلی میں حکومتی نمائندہ نہیں بلکہ فنکشنل مسلم لیگ کا ایک ہندو نمائندہ لایا تھا۔ لیکن حکومت نے اس کو اس طرح قبول کیا کہ شاید اپنے کسی نمائندے کا بل اس طرح قبول نہ کرتی۔ اس بل کے مطابق اگر کوئی 18 سال سے کم عمر فرد اسلام قبول کرلے گا تو اس کو حکومت مسلمان تسلیم ہی نہیں کرے گی اور مزید افسوسناک بات یہ ہے کہ اگر 18 سال سے بڑا یعنی بالغ آدمی اسلام قبول کرتا ہے تو حکومت 21 دن تک اس کے اسلام کو قبول نہیں کرے گی۔ اس کا مطلب کیا ہے؟ صاف ظاہر ہے تاکہ اس کے عزیز و اقارب، دوست احباب اور خاندانی بزرگ دباؤ ڈال کر ان تین ہفتوں میں دوبارہ اسے اپنے مذہب میں لاسکیں۔ یعنی یہاں بھی واضح طور پر اسلام دشمنی کا مظاہرہ کیا گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جبراً اسلام قبول کرانے کی اجازت ہماری شریعت بھی نہیں دیتی لیکن یہ کہاں لکھا ہے کہ کوئی نوجوان، بوڑھا علی الاعلان اسلام قبول کرے اور حکومت کہے کہ ہم اس کا اسلام قبول نہیں کرتے۔ اس طرح کا کوئی قانون دنیا کے کسی ملک میں رائج نہیں ہے۔ یہ دراصل ہماری غلامی کی نشانی ہے کہ ہم اسلام دشمنی میں ہر حد کو کراس کر رہے ہیں۔

سوال: سندھ اسمبلی نے اقلیتوں کے حقوق کے عنوان سے جو بل پاس کیا ہے کیا یہ قوانین شریعت کے مطابق ہے؟

مفتی منیب الرحمان: سندھ اسمبلی کے پاس کردہ اس ایکٹ کو امتناع قبول اسلام کا نام دیا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ ہماری نظر میں یہ ایکٹ دستور پاکستان کے آرٹیکلز 2، 2A، 27، 31، 227 کے خلاف ہے اور یہ قبول اسلام کا راستہ روکنے کی ایک دانستہ کوشش ہے۔ میں گورنر سندھ جسٹس (ر) سعید الزمان صدیقی سے اپیل کروں گا کہ وہ اس قانون کو واپس اسمبلی میں ریفر بیک کریں تاکہ اس کو دستور کے مطابق بنایا جائے۔ اس قانون کی صرف ایک ہی بات قابل قبول ہے کہ کسی کو جبراً تبدیلی مذہب پر مجبور نہ کیا جائے باقی دفعات دستور اور قرآن وسنت کے صریح خلاف ہیں۔

سوال: تبدیلی مذہب کے لیے عمر کی حد مقرر کرنا، کیا کسی ملک میں ایسا قانون رائج ہے؟

مفتی منیب الرحمان: کسی بھی ملک میں نہیں ہے۔ ہر ذی شعور انسان اسلام کو قبول کر سکتا ہے۔ حضرت علیؓ تو بالکل لڑکپن کی عمر میں تھے جب انہوں نے اسلام قبول کیا۔ سید مراد علی شاہ اگر سید ہیں تو حضرت علیؓ کی روایت ان کے ذہن میں ہونی چاہیے کہ انہوں نے کتنی عمر میں اسلام قبول کیا تھا۔

سوال: جب ایسے قوانین بنائے جاتے ہیں جن کا تعلق مذہب سے ہوتا ہے تو کیا علماء سے رائے لی جاتی ہے؟

مفتی منیب الرحمان: علماء کو کنسرٹ کرنا تو دور کی بات ہے۔ اس قانون کے حوالہ سے علماء کو آگاہ بھی نہیں کیا گیا۔ علماء پورے ملک میں یک زبان ہیں کہ اس قانون کو بدلو۔ لیکن ابھی تک انہوں نے جواب نہیں دیا۔

ہمارا ان کو مخلصانہ مشورہ ہے کہ بہت بڑے ردعمل سے پہلے وہ جلد از جلد اس قانون پر نظر ثانی کریں اور تمام مکاتب فکر کے علماء کے ساتھ مل بیٹھ کر قانون بنائیں۔

سوال : ہمارے ملک میں وفاقی شرعی عدالت موجود ہے کیا وہ اس بل کے خلاف سوموٹو ایکشن لے سکتی ہے؟

مفتی منیب الرحمان : اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کو اس پر ایکشن لینا چاہیے اور ہمارے تمام آئینی اداروں کو بھی اس طرف توجہ دینی چاہیے۔

سوال : اس وقت ہماری حکومت 24ویں آئینی ترمیم لارہی ہے۔ یہ ترمیم کیا ہے؟ اور کیا حکومت اس خاص پوائنٹ آف ٹائم پر اس ترمیم کو لاکر آئین کا حصہ بنا سکے گی؟

ایوب بیگ مرزا : پاکستان کے آئین کے مطابق دفعہ 184 کی شق نمبر 3 یہ ہے کہ سپریم کورٹ کسی بھی کیس، خاص طور پر از خود نوٹس کی بنیاد پر لیے جانے والے کیس کا جو بھی فیصلہ دے گا اس کے خلاف کوئی بھی فریق اپیل نہیں کرسکتا۔ اب 24ویں ترمیم میں فریق کو یہ حق دیا جارہا ہے کہ وہ سپریم کورٹ کے فیصلہ کے خلاف لارجر بینچ میں اپیل دائر کرسکے۔ یعنی سپریم کورٹ کے اوپر ایک اور سپریم کورٹ بنائی جارہی ہے۔ اس کے علاوہ دفعہ 187 میں بھی ترمیم کی جارہی ہے کہ اگر فیصلہ کسی کے خلاف آتا ہے تو جب تک وہ اس کے خلاف اپیل نہیں کرلیتا اور اپیل کا فیصلہ نہیں آجاتا اس وقت تک پہلے فیصلہ پر عمل درآمد نہیں ہوسکے گا۔ مثلاً پانامہ لیکس کا کیس سپریم کورٹ میں چل رہا ہے۔ فرض کیجئے اس کا فیصلہ نواز شریف کے خلاف آجاتا ہے اور اس فیصلہ کے مطابق نواز شریف نااہل ہوجاتے ہیں اور یہ ترمیم ہوجاتی ہے تو نہ صرف یہ کہ وہ اپیل کرسکیں گے بلکہ اپیل کیے بغیر ہی انہیں حکم امتناع مل جائے گا۔ تاآنکہ لارجر بینچ بنے اور اس کے بعد وہ فیصلہ دے۔ چونکہ چیف جسٹس آف پاکستان انور ظہیر جمالی 30 دسمبر 2016ء کو ریٹائر ہورہے ہیں۔ اگر فرض کیجئے پانامہ کا فیصلہ نہیں ہوتا اور وہ اپیل ہوجاتی ہے تو یہ بینچ خود بخود ٹوٹ جائے گا۔ لہٰذا ایک نیا بینچ بنے گا اور وہ ساری کارروائی از سرنو شروع کرے گا۔ لیکن ایک بات اور یاد رکھیے کہ کوئی بندہ سپریم کورٹ میں رٹ دائر کردے کہ یہ ترمیم بدنیتی سے کی گئی ہے تو سپریم کورٹ خود بھی یہ اختیار رکھتا ہے کہ وہ بدنیتی سے ہونے والی ترمیم کو ختم کردے۔ چاہے وہ ترمیم قومی اسمبلی، سینٹ سے بھی پاس ہوئی ہو اور صدر نے بھی اس پر دستخط کردیئے ہوں۔

سوال : انڈیا میں ڈاکٹر ذاکر نائیک اور ان کی تنظیم پر پابندیاں لگائی جارہی ہیں۔ آپ کے خیال میں ڈاکٹر ذاکر نائیک اور ان کی تنظیم کو کس جرم کی سزا دی جارہی ہے؟

ڈاکٹر عارف رشید : ڈاکٹر ذاکر نائیک تقریباً پچیس سال پہلے لاہور تشریف لائے تھے۔ وہ والد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے دروس قرآن کے بہت ہی معترف تھے۔ حتیٰ کہ اس وقت ہمارے پاس جتنی آڈیو، ویڈیو کیسٹس تھیں وہ سب لے گئے تھے۔ اس موقع پر انہوں نے ڈاکٹر اسرار احمدؒ صاحب سے کہا تھا کہ میں دین کے لیے کام کرنا چاہتا ہوں۔ چونکہ وہ میڈیکل ڈاکٹر تھے اور میڈیکل پریکٹس کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں اور پھر وہ ساتھ دین کا کام کرنا چاہتے تھے۔ لہٰذا ڈاکٹر صاحب نے اپنی مثال کو سامنے رکھتے ہوئے ان سے فرمایا تھا کہ دین کے لیے کام اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ آپ دو کشتیوں کے سوار نہ رہیں۔ اسی موقع پر پھر انہوں نے ایک فیصلہ کیا اور الحمدللہ ان کا کام پوری دنیا میں چلا۔ پوری

> یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ جبراً اسلام قبول کرانے کی اجازت شریعت بھی نہیں دیتی لیکن یہ کہاں لکھا ہے کہ کوئی نوجوان، بوڑھا علی الاعلان اسلام قبول کرے اور حکومت کہے کہ ہم آپ کا اسلام قبول نہیں کرتے۔ اس طرح کا کوئی قانون دنیا کے کسی ملک میں رائج نہیں ہے۔ یہ دراصل ہماری غلامی کی نشانی ہے کہ ہم اسلام دشمنی میں ہر حد کو کراس کررہے ہیں۔

دنیا میں ان کے پروگرام مقبول ہیں۔ مذاہب کے تقابلی مطالعے میں انہیں جو کمال حاصل ہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں خصوصی حافظہ بھی دیا ہے جو شاید لاکھوں میں کسی کو حاصل نہ ہو۔ خاص طور پر ان کا معنوی و روحانی رشتہ شیخ احمد دیدات کے ساتھ بھی تھا۔ شیخ احمد دیدات کے بارے میں تمام دنیا جانتی ہے کہ عیسائی مشنریز کے ساتھ جتنے ان کے مناظرے ہوئے ہیں تو ڈاکٹر ذاکر کا کام بھی اسی کا ایک تسلسل ہے۔ لہٰذا ان پر پابندیوں کی اصل وجہ یہی ہے۔

سوال : آپ کے پروگرام پیس ٹی وی پر بہت زیادہ آتے ہیں۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ یہ پابندی دین کو پھیلانے میں رکاوٹ ہے؟

ڈاکٹر عارف رشید : ظاہر ہے اس وقت جتنی بھی ابلیسی قوتیں ہیں وہ تو چاہتی ہیں کہ اسلام کا جو ہمہ گیر تصور ہے اس کو ختم کردیا جائے اور دیگر مذاہب کی طرح اسلام کو بھی مذہب کے ایک کونے میں بند کردیا جائے۔ تو یہ خوئے بدرا بہانہ بسیار کے مصداق ہے کہ کوئی شخص کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے صرف بہانے ڈھونڈتا ہے۔ انڈیا نے بنگلہ دیش میں حملوں کو آڑ بنا کر ڈاکٹر ذاکر نائیک کی تنظیم پر پابندی کا فیصلہ کیا ہے لیکن مجھے امید ہے کہ حق کی جو صدا بلند ہورہی ہے وہ ان شاء اللہ ضرور بلند ہوتی رہے گی۔ اسلام دشمن قوتیں ان کے آڑے آرہی ہیں کیونکہ یہ حقانیت والا راستہ ہے لیکن ان شاء اللہ ان کو شکست فاش ہوگی اور ان شاء اللہ Peace Tv جو کہ نام ہی امن کا ہے اسی طرح چلتا رہے گا۔ ذاکر نائیک نے خود کہا تھا کہ میرے کسی لیکچر میں کوئی ایسی بات ثابت کردو جس میں دہشت گردی کی کوئی ترغیب دی گئی ہو یا حوصلہ افزائی کی گئی ہو تو میں یہ سب کچھ چھوڑ دوں گا۔ گویا اتنا کھلا چیلنج تھا اور اتنا اعتماد تھا ان کو اپنے ہر ایک لفظ پر۔ ظاہر ہے مخالفین اس چیلنج کا سامنا نہیں کرسکے۔ لہٰذا حق کی یہ آواز اسی طرح زندہ اور بلند رہے گی۔ ان شاء اللہ۔

سوال : ڈاکٹر ذاکر نائیک اور پیس ٹی وی کو پابندیوں کا سامنا ہے۔ تازہ صورتحال کیا ہے؟

آصف حمید : میرا ڈاکٹر ذاکر نائیک سے اس حوالے سے رابطہ ہوا ہے تو انہوں نے کہا ہے کہ ہم یہاں انڈیا میں وکلاء کے ساتھ مل کر قانونی حوالے سے اس معاملے کا جائزہ لے رہے ہیں۔

سوال : ان کا چینل تو دوبئی سے آن ائیر ہوتا ہے۔ انڈیا کی حکومت کی پابندیوں کا اطلاق اس پر کیسے ہوسکتا ہے؟

آصف حمید : دیکھیں اس چینل کو انڈیا اور پاکستان دونوں نے LR کا لائسنس نہیں دیا ہوا۔ اس لحاظ سے وہ وہاں کے اور یہاں کے قوانین کے مطابق نہیں۔ لہٰذا یہاں جب انڈین چینلز پر پابندی لگائی گئی تو یہ بات کہی گئی کہ جو بھی کیبل آپریٹر ہیں وہ اس کو Tune کرسکتے ہیں کیونکہ یہ کوئی تجارتی چینل نہیں ہے۔ لیکن جب سے پیمرا کی طرف سے انڈین چینلز پر پابندی لگائی ہے تو اس کو آڑ بنا کر پاکستان میں بھی Peaee tv کو انڈین چینل سمجھتے ہوئے بند کردیا گیا ہے۔ لہٰذا جو بھی ذمہ داران ہیں اور کچھ اختیارات رکھتے ہیں تو ان سے ہمارا کہنا یہ ہے کہ خدارا پیس ٹی وی کو انڈین چینل نہ گردانا جائے بلکہ کیبل آپریٹر اس کو مفاد عامہ کے چینل کے طور پر لے کر Tune کریں تاکہ لوگ اس سے مستفید ہوسکیں۔

قارئین پروگرام "زمانہ گواہ ہے" کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

ضرورت رشتہ

لاہور میں رہائش پذیر قریشی فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 23 سال، تعلیم بی اے، قد "5'.7 کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0313-4094712

ایک بھولا ہوا عظیم سبق

فرید اللہ الصافی
fareedullahassaafi@gmail.com

جاہلیت کا زمانہ تھا۔ آسمان پر انسانی قدر سے نا آشنائی کے سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے، اور فضا میں حمیت وعصبیت کی خوفناک بجلی چمک رہی تھی، جس سے ہر بے کس ولا چار کو خوف تھا کہ کہیں وہ اس کی نظر نہ اچک لے یا اس کے لیے جان لیوا ثابت ہو، لوگ دین ابراہیمی بھلا کر ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بن چکے تھے اور ہر ایک دوسرے کے مال کا دعوے دار تھا حتیٰ کہ انسانیت نے ایک دوسرے پر فوقیت کی کسوٹی بھلا دی تھی، بجائے اس کے کہ اس گمشدگی کی درست نہج پر تلاش کی جاتی لوگوں نے قومی اور قبائلی تعلق کو مصنوعی کسوٹی کی حیثیت دے رکھی تھی، یہی وجہ تھی کہ اس معاشرے میں مخلوق کا سب سے اعلیٰ شخص اگر اپنی قوم سے نہ ہوتا تو اس کی عزت وجان ان کے ہاں مچھر کے پر کی حیثیت نہ رکھتی اور دوسری جانب تمام انسانیت کا دشمن اگر اپنی قوم سے ہوتا تو یہ تعلق صرف اس کی پردہ پوشی ہی نہ کرتا بلکہ اس تعلق کی وجہ سے اس شخص کی برائیاں اچھائیاں نظر آنے لگتی تھی۔ اسی پر بس نہیں بلکہ وہ لوگ اس کی سیاہ کاریوں کو اپنے اشعار میں فخریہ انداز سے بیان کرتے تھے۔

تاریکی کا یہ سفر جاری تھا کہ اچانک ظلمتوں والی اس طویل اور خوفناک رات پر صبح کا سورج نبی ﷺ کی بعثت کی شکل میں طلوع ہوگیا جس نے ظلمت کو صرف نور سے ہی نہ بدلا بلکہ اس صبح نے اس وبا کے شکار مریضوں کی عیادت کرکے دوا بھی دی، اور اس صبح کی بادِ نسیم نے صفا کی پہاڑی پر کھڑے ہوکر قومی حمیت کو بھلا دینے اور تقویٰ کو رفعت کی کسوٹی بنانے کے درس کی سنگ بنیاد رکھی۔

پھر مدینہ آکر پہلے قومی حمیت وعصبیت کی بناء پر ایک دوسرے کے دشمن بننے والے اوس وخزرج قبائل کی دشمنی کو باہمی الفت سے بدل دیا۔ اس کے بعد ایک دوسرے سے متنفر مکہ اور مدینہ کے باسیوں کو مہاجر وانصار کا محترم لقب دے کر مواخات مدینہ کی شکل میں ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا، اسی پر بس نہ کیا بلکہ ایک موقع پر قومی اور لسانی نعرے کو کلمۃ منتنۃ کہہ کر بدبودار آواز قرار دیا، اور حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے الوداعی خطاب میں شہر مکہ کی پاک سرزمین پر تمام لوگوں کو مخاطب کرکے ہر مسلمان کی عزت اس کے مال اور اس کی جان کے متعلق کہا: کحرمة یومکم هذا في بلدکم هذا وفي شهرکم هذا کہ یہ (چیزیں) اسی طرح محترم او معزز ہے جس طرح یہ دن یہ شہر اور یہ مہینہ معزز ومحترم ہے۔

اور اللہ کے فرمان: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ۭ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ﴾ (الحجرات:13) ''کہ ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد اور ایک ہی عورت سے پیدا کیا، اور ہم نے تمہارے کنبے اور قبیلے بنا دیئے تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے باعزت وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔'' کی تفسیر اس موقع پر امیر وغریب، سیاہ وسفید، اپنے اور غیر، کی تفریق مٹاتے ہوئے اس طرح کی کہ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ، إِلَّا بِالتَّقْوَى، إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ)) ''اے لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے، خبردار جان لو کہ کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کسی عجمی کو عربی پر، اور نہ سفید کو سیاہ پر اور نہ کسی سیاہ کو سفید پر کوئی فوقیت ہے، اگر کوئی برتری ہوسکتی ہے تو تقویٰ کی بنیاد، بے شک اللہ کے ہاں تم میں سے معزز شخص وہ ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔''

ایک موقع پر فرمایا: من بطأ به عمله، لم يسرع به نسبه کہ جس کسی شخص کو اس کا عمل پیچھے کردے اسے اس کا نسب (اور قوم وقبیلہ) آگے نہیں کرسکتا۔

چنانچہ چودھویں کے چاند سے تاثیر لینے والے ستاروں کی جماعت (رضی اللہ عنہم) نے اپنے قلوب واذہان میں اس درس کو راسخ کیا، اور عملاً قومی اور لسانی تعصب کو بھلا کر دینی اخوت وبھائی چارے کی ایسی مثالیں قائم کیں کہ کائنات کی آنکھیں کھلی رہ گئی اور انسانیت اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے، کہ کوئی دین کے رشتے کو مقدم کرتے ہوئے اپنے خونی بھائی سے براءت کا اعلان کر رہا ہے، کوئی اس رشتے سے وفا کرتے ہوئے غیروں کے ساتھ مل کر تلوار اٹھائے اپنی قوم سے لڑ رہا ہے، اور کوئی اسلام کی خاطر اپنے غیر مسلم اقرباء کے سرکاٹ کاٹ کر قومی حمیت وعصبیت اور وطن پرستی کو اجتماع قبر میں دفناتے ہوئے آنے والی نسلوں کو یہ سمجھا رہا ہے کہ ہمارے ہاں محبت و عداوت کا معیار ایمان واسلام ہے، اور ہم اغیار کے مقابلے میں (كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ) سیسہ پلائی دیوار کی مانند اور ایک جسم کی طرح ہے، جس کے کسی ادنی حصے کو تکلیف پہنچنے پر سارا بدن بے چین ہوجاتا ہے اور آنکھ درد کے آنسو بہانے لگتی ہے، اور اگر کسی کو ہماری شناخت مطلوب ہو تو وہ جان لے کہ ہماری مشترک شناخت لا الہ الا اللہ ہے، اور یہ شناخت تمام شناختوں سے صرف مستغنی نہیں کرتی بلکہ اس کے ہوتے ہوئے امت مسلمہ کی تمام سرزمین اپنی ملکیت کی حیثیت رکھتی ہے، امت مسلمہ کی سرزمین ہی کیا بلکہ

''جو مومن نہیں صاحب لولاک نہیں''

لہٰذا مالک اپنے باغ میں جب چاہے اور جیسے چاہے قدم رکھ سکتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عصبیت کو بھلا دینے والا الفتوں کا یہ سفر ہمیشہ کے لیے جاری رہا، حتیٰ کہ کسی مقام پر درخت کی شاخیں اگر جدا بھی ہوئی تو جڑ ایک ہی رہی۔

دشمن کو ذرات سے فولاد کا پہاڑ بننے والا اتحاد کا یہ مثالی سفر پسند نہ آیا اور ان کی راتیں اس زنجیر کو توڑنے کی تدبیروں میں مشغول ہوگئیں۔ کرتے کرتے دشمن کی صدیوں کی تدبیر رنگ لانے لگی اور وہ اپنے مزدوروں کو اپنے ساتھ ملا کر حمیت وعصبیت پر بنائی جانے والی پکی قبر پھر سے اکھیڑنے پر قادر ہوگئے اور اس طرح انہوں نے مسلمانوں کی وحدت کے گلستان میں عرب وعجم کی تفریق کا زہریلا بیج بو دیا۔ اس کے بعد اغیار کی بھوک مزید بڑھی اور وہ ایک گھر کا صرف دو حصہ میں تقسیم ہونے پر قناعت نہ کرسکے، چنانچہ انیسویں صدی کے اوائل میں بیت اسلام کو سلطنتوں کے نام پر متعدد حجروں میں تقسیم کردیا گیا اور ہر ایک پر دوسرے کے حجرے میں قدم رکھنا ممنوع قرار دیا گیا اور ایک طرف عسکری میدان میں دوسرے سے چھپ کر ہر ایک کو اپنا ساتھ باور کرایا گیا اور دوسری طرف مسلمانوں کی فکر منحرف کرنے پر بھی خوب توجہ دی گئی اور ان کی اس محنت کے

نتیجے میں حدود کی یہ تقسیم ہی خیر خواہی، باہمی محبت والفت ،عزت وتعلق کا معیار ٹھہر گئی، اور مسلمانوں پر یہ سوچ صرف اثر انداز ہی نہ ہوئی بلکہ وہ شعوری اور لاشعوری طور پر اس میں رنگ گئیں، اور دوسرے کے درد کو بھول کر ہر ایک چیونٹی اپنے بل کی حفاظت کرنے لگی، اور مسلمانوں کو دیا گیا درس اتفاق صدیوں کو بھلایا ہوا سبق بن گیا، کوئی ترکی کہلانے لگا اور کوئی عراقی، کوئی مصری سے موسوم ہوا اور کسی کو افغانی کا نام دیا گیا۔ صرف یہی نہیں کہ اسلامی تعلیمات سے غافل طبقہ اس وبا کا شکار ہوا بلکہ دینی طبقہ بھی اس طاعون سے محفوظ نہ رہ سکا۔ (إلا ما رحم ربی)

اور صورتحال وہی ہوتی گئی جو کہ اقبال نے بیان کی ہے:

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

اور اس خودی کے عالم میں حالات سنگین سے سنگین تر ہوتے گئے، حتیٰ کہ اپنے وطن کا کافر دوسرے وطن کا مسلمان بلکہ مومن سے معزز ٹھہرا، کہ وہ کافر ہوتے ہوئے بھی محترم ہوا اور اس تک تمام حقوق کی بآسانی رسائی ہونا ضروری قرار پائی، اور دوسری طرف مسلمان بھائی اگرچہ رب کے ہاں اس کا مقام ولی زمانہ کا کیوں نہ ہو صرف اور صرف (اس) بے حیثیت مٹی میں (جس کی تقسیم بھی اپنی ہے نہ کہ خداوندی) دوسرے مسلمان کے ساتھ شریک نہ ہونے کی وجہ سے اغیار کی سوچ کی عکاسی کرنے والے کاغذ کے ٹکڑے سے محروم قرار پایا، اور اب اس حرمان کے نتیجے میں وہ عزت وقار کے قابل نہ رہتے ہوئے اپنے حقوق سے محروم ہونے لگا، کہ نہ اس کے لیے آزادی ہے اور نہ عزت واحترام اور اس کے سر پر پڑنے والا بوجھ میرا نہیں، وہ ظلم کی جس چکی میں پیتا ہے پسنے دیا جائے، ناانصافیوں کے جس سیلاب میں بہتا ہے بہنے دیا جائے، وہ میری پیدا کردہ سرزمین میں جان بوجھ کر میرے ساتھ نہ شریک نہ ہونے کی وجہ سے اپنی پیٹھ پر میری لاتیں اور اپنے چہرے پر میرے طمانچے حلال کر چکا ہے، اور میں اس پر ہر قسم کا ظلم کرنے کا حق محفوظ رکھتا ہوں۔

اس فکری انقلاب نے اسی ظلم پر بس نہ کیا بلکہ اس نے دو مسلمانوں کو ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے پر بھی مجبور کیا اور آج حالات اس مقام پر ہیں کہ قوم وملت ہی انسان کو پرکھنے کا معیار بن چکا ہے اور اسی بنیاد پر تلوار لیے مسلمان اپنے مسلمان کے مقابلے میں کھڑا اس کا خون حلال سمجھ رہا ہے۔ حتیٰ اس فضا میں اہل بصیرت کے لیے صنم اور وطن کے مابین تفریق کرنا ایک مشکل مسئلہ بن گیا ہے۔

تعجب مداری کے کھیل پر نہیں بلکہ تعجب اس بات پر ہے کہ جب قومی اور نسبی حمیت کا درس نہ قرآن کا ہے، اور نہ حدیث کا، نہ اللہ کا اور نہ رسول کا، اور نہ سلف صالحین سے اس کا ثبوت تو آخر کس نے شاہین سے اڑھنے کی صلاحیت چھین کر اسے کیچڑ میں پیدل چلنے پر مجبور کیا؟ کس نے عقاب کو زیورات کی تلاش کی عادت بھلا کر قیمتی پتھروں کو غائب کرنے کا سبق دیا؟ کس نے مرعوب خوبصورت ہرن کو چیرنے پھاڑنے کی ہمت دلائی؟ کس نے باغ میں لگے گلاب کی خوشبو کو بدبو سے بدل دیا؟ کس نے شہد سے شفا کی تاثیر چھین کر اس میں زہر کی تاثیر رکھ دی؟ کس نے بھائی کو سگے بھائی کا دشمن بنا دیا؟ کس نے ایک دوسرے پر مرنے والے کو ایک دوسرے کا مارنے والا بنا دیا؟ کس نے تقویٰ کو برتری کی کسوٹی سمجھنے والوں کو ملک وقوم کی بنیاد پر تفریق کرنے والا بنا دیا؟ کس نے مسلمانوں سے سوچنے کی صلاحیت چھین کر انہیں اس کے بدلے دیوانہ پن عطا کیا؟ کس نے مسلمانوں کی فکر سے استقلال اپنے قبضے میں لے کر ان کی فکر کو یورپ کا غلام بنا دیا؟ کس نے اپنے مسلمان کے ساتھ بدسلوکی وبداخلاقی کو حلال کیا؟ کس نے اغیار سے محبت کو روا اور اپنوں سے الفت کو ممنوع قرار دیا؟ کس نے اسلام پر مٹنے والوں کو ملی اور قبائلی بنیاد پر مرمٹنے کے لیے تیار کیا؟ کس نے ہر بچے اور بوڑھے کی بچپن سے پچپن تک تربیت اس طرح کی کہ اسے خاک، اسلام اور مسلمانوں سے معزز نظر آنے لگی؟ کس نے سامری کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بچھڑا بنا کر مسلمانوں کو اس کی عبادت پر مجبور کیا؟ کس نے جہنم کے راستے سے کانٹے ہٹا کر جنت کے راستے میں بچھائے؟ کس نے فطرت میں ایسی بگاڑ پیدا کی کہ اہل نظر کو اجھالا اندھیرا اور ظلمت نور، دوست دشمن اور دشمن دوست نظر آنے لگے؟۔

الٰہی میں کس دربار میں ظلم کی شکایت کروں۔ اس عدالت میں تو مظلوم کا سر کاٹا جاتا ہے۔

یارب یہ کیا ماجرا ہے! کدھر گئی وہ آنکھیں جو انگلی کے زخم پر رو رو کے راتیں گزارا کرتی تھی، وہ ایمان کہاں دفن ہو گئے جو پردیس کے مسلمان کو دیس کے مسلمان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے؟ کہاں گیا وہ ایثار جس نے مال وعیال کے دو حصے کر کے مہاجر اور انصار میں تقسیم کر دیے؟ کہاں گئے وہ لوگ جنہوں نے اجنبی بلال کے رنگ ونسل پر تقویٰ کو ترجیح دی، کہاں گئے حضرت عمرؓ کے وہ شیدائی جن کا نعرہ کسی زمانے میں یہ ہوا کرتا تھا: ﴿إِنَّا كُنَّا أَذَلَّ قَوْمٍ فَأَعَزَّنَا اللَّهُ بِالْإِسْلَامِ فَمَهْمَا نَطْلُبُ الْعِزَّةَ بِغَيْرِ مَا أَعَزَّنَا اللَّهُ بِهِ أَذَلَّنَا اللَّهُ﴾ "ہم ذلیل تھے اللہ نے اسلام سے ہمیں عزت بخشی ہے اگر ہم نے کسی اور چیز میں عزت تلاش کی تو اللہ ہمیں ذلیل کر دے گا۔

❀❀❀

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ "قرآن اکیڈمی 25 آفیسرز کالونی بوسن روڈ (عقب ملتان لاء کالج) ملتان" میں

23 تا 25 دسمبر 2016ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

مدرسین ریفریشر کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے،

زیادہ سے زیادہ مدرسین رفقاء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0331-7045701, 061-6520451

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 36316638-36366638(042)

باب الاسلام کے رہنے والوں پر اسلام کا باب بند

ڈاکٹر ضمیر اختر خان
zamirakhtarkhan@yahoo.com

اسلامی جمہوریہ پاکستان اول دن سے ہی آزمائشوں سے دو چار ہے۔ ان میں سے کچھ بیرونی سازشوں کے باعث اور زیادہ تر اندرونی مسائل کی وجہ سے پیش آتی رہی ہیں۔ آج ہم پھر ایک ایسی ہی آزمائش/سازش کا شکار ہیں، جو بیک وقت خارجی اور داخلی اسباب کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوئی ہے۔ یہ آزمائش ویسے تو پوری ملت اسلامیہ پاکستان کے لیے ہے مگر اس کا زیادہ اثر باب الاسلام (سندھ) کے رہنے والوں پر ہوگا۔ خبر یہ ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صوبہ سندھ کی اسمبلی نے ایک ایسا بل پاس کیا ہے کہ جس میں اٹھارہ سال سے کم عمر غیر مسلموں کو اسلام قبول کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ علاوہ ازیں اس بل کی رو سے اسلام قبول کرنے والا 18 سال سے زائد عمر کا فرد بھی اگر اسلام قبول کرے گا تو حکومت اُس کے اسلام کو اکیس دن قبول نہیں کرے گی یعنی وہ سرکاری طور پر مسلمان اکیس دن کے بعد تسلیم کیا جائے گا۔ اس طرح باب الاسلام کے رہنے والوں پر اسلام کا باب بند کرنے کے لیے قانون کا سہارا لیا گیا ہے یعنی کوئی غیر مسلم میاں بیوی اگر ایمان لے آئیں تو اکیس دن گزرنے کے بعد اگرچہ سرکاری طور پر اُنہیں مسلمان تسلیم کر لیا جائے گا لیکن ان کی اٹھارہ سال سے کم عمر اولاد پر قانونی طور پر پابندی عائد کر دی گئی ہے کہ وہ ایمان نہیں لا سکتی۔ اگر کوئی ایسی کوشش کرے گا تو اس کو سزا دی جائے گی کیونکہ اس قانون کی خلاف ورزی قابل تعزیر جرم ہے۔

پارلیمانی و انتخابی سیاست کے ذریعے غیر اسلامی قوانین کے نفاذ کو روکنے کا دعویٰ کرنے والے، لگتا ہے سوئے ہوئے ہیں، ورنہ سندھ اسمبلی میں غیر شرعی و غیر اسلامی بل (جسے بجا طور پر ''امتناع قبول اسلام ایکٹ'' کہا جا سکتا ہے) پیش ہونے پر ایک ہنگامہ برپا ہو جانا چاہیے تھا۔ نفاذ اسلام کا نبوی طریقہ چھوڑ کر پارلیمانی بھول بھلیوں میں پھنسی ہوئی دینی سیاسی جماعتوں کو سنجیدگی سے سوچنا چاہیے کہ ان کا شوق سیاست دین اسلام کو کتنا نقصان پہنچا رہا ہے۔ قومی و صوبائی اسمبلیاں جس دھڑلے سے خلاف قرآن وسنت قانون سازی کر رہی ہیں وہ دراصل دینی جماعتوں کو کھلا پیغام ہے کہ تمہارا ایوانوں میں ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ کہاں تو غیر اسلامی قوانین کو روکنا دینی جماعتوں کے لیے ایوان اقتدار کی راہ داریوں پر بیٹھنے کا جواز بنتا تھا اور کہاں اب کھلم کھلا مسلمان ارکان پارلیمنٹ کا خلاف دین و شرع قوانین کی حمایت کر کے اللہ جل جلالہٗ کے غضب کو دعوت دینا ہے مگر ہمارے ان محافظین دین اسلام کے لیے کوئی پریشانی نہیں بلکہ وہ اب بھی پارلیمان کا حصہ ہونے پر قانع ہیں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ دینی سیاسی جماعتیں اپنی سیاسی حکمت عملی پر نظر ثانی کریں۔ اگر پارلیمانی سیاست میں رہنا ہے تو غیر اسلامی قوانین کے خلاف بھرپور مزاحمت کریں اور ایسے اجلاسوں کا بائیکاٹ کریں جہاں غیر شرعی قوانین کے بل پیش کیے جا رہے ہوں۔ اس کے علاوہ عامۃ المسلمین کی آگاہی کے لیے عوامی احتجاج کا راستہ بھی اختیار کریں تاکہ رائے عامہ ہموار کر کے غیر شرعی قوانین کی منسوخی کا مطالبہ پیش کیا جا سکے۔

ایمان لانا اور اسلام قبول کرنا ایک فرد کا آزادانہ فیصلہ ہوتا ہے۔ کسی کو زبردستی اسلام قبول کروانا اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو پوری دنیا میں کوئی بھی کافر نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ فیصلہ دوٹوک انداز میں سورۃ الدھر آیت نمبر3 میں یوں سنایا ہے: ''ہم نے اس (انسان) کو راہ سجھا دی۔ چاہے وہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا''۔ اسی طرح سورۃ الکھف آیت 29 میں نبی ﷺ سے کہلوایا گیا: ''اور کہہ دیجیے! یہی (اسلام) حق ہے تمہارے رب کی جانب سے، تو جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر کرے۔ ہم نے ظالموں (اسلام کا انکار بہت بڑا ظلم ہے) کے لیے ایسی آگ (آخرت میں) تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں ان کو اپنے گھیرے میں لے لیں گی''۔ اسلام غالب حیثیت میں بھی دعوت ایمان دیتا ہے تو اس میں جبر نہیں بلکہ اختیار دیتا ہے۔ اگر اسلامی نظام کے تحت کوئی شخص اسلام قبول نہیں کرتا تو اس سے جزیے کا مطالبہ تو ہوتا ہے مگر اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جاتا۔ دنیا میں کسی کو جبراً مسلمان نہیں کیا جائے گا مگر ایسے شخص کو آخرت میں اسلام قبول نہ کرنے کی سخت سزا بھگتنا پڑے گی۔ جس طرح زبردستی اسلام قبول نہیں کروایا جا سکتا بالکل اسی طرح زور زبردستی سے کسی کو اسلام قبول کرنے سے روکا بھی نہیں جا سکتا۔ یہ کیسی ستم ظریفی ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ایسا قانون بنایا جا رہا ہے جو ایک طرف دستور پاکستان کے منافی ہے اور دوسری طرف نام نہاد جمہوری روایات کے بھی خلاف ہے۔ اس قسم کا قانون تو کسی سیکولر ملک میں بھی نہیں بنایا جا سکتا۔ ہمیں معلوم ہے کہ غیر ملکی ایجنڈے پر عمل درآمد کے لیے یہ غیر شرعی قانون بنانے کی سعی لا حاصل کی گئی ہے۔ اس کے لیے پہلے میدان ہموار کیا گیا ہے۔ چند ماہ قبل مسٹر بلاول زرداری نے ہندوؤں کے مذہبی تہوار دیوالی میں شرکت کر کے اور ایک ہندو کا روپ دھار کر یہی پیغام دیا تھا کہ اگلے مرحلے میں وہ سندھ میں اپنی حکومت کے ذریعے اقلیتوں کو خوش کرنے کے لیے قانون سازی بھی کروائیں گے۔

اس موقع پر ہم سندھ اسمبلی کے مسلمان ارکان کی خدمت میں گزارش کریں گے کہ اگر وہ نادانستہ طور پر ''امتناع قبول اسلام بل'' کی منظوری میں حصہ دار بنے ہیں، تو فوراً اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ و استغفار کریں اور آئندہ اس طرح کے اقدامات سے بچنے کا مصمم ارادہ کریں۔ اللہ ان کی اس کوتاہی کو معاف فرمائیں گے۔ اور اللہ نہ کرے کہ اگر انہوں نے دیدہ و دانستہ اس بل کی حمایت کی ہے اور اس کو پاس کروانے میں معاونت کی ہے تو یہ بہت بڑی جسارت ہے۔ اس پر انہیں اپنے ایمان کی تجدید بھی کرنا پڑے گی۔ اس ضمن میں انہیں علمائے کرام اور مفتی حضرات سے رجوع کر کے اپنی پوزیشن کے بارے میں معلوم کرنا چاہیے۔

آخر میں ہم دستور پاکستان کی محافظ عدالتوں سے درخواست کریں گے کہ وہ اس اہم واقعہ پر خاموش نہ بیٹھیں بلکہ اپنا آئینی و دستوری کردار ادا کریں اور بے لگام قانون سازی کا نوٹس لیں۔ عدلیہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ مقننہ کے قانون سازی کے اختیارات کو دستوری حدود کا پابند بنائے۔ دستور کی دفعات (2,2A,227) پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ اس ملک میں قرآن وسنت کے خلاف قانون سازی نہیں کی جا سکتی مگر مقننہ کہیں بھی اس کا لحاظ نہیں کر رہی ہے۔ کیا عدالتیں دستور کی خلاف ورزی بلکہ پامالی کو اسی طرح برداشت کرتی رہیں گی؟ یاد رکھیے! دستور سے کھلواڑ اگر کسی بڑے سانحہ کا پیش خیمہ بن گئی تو نہ تاریخ ہمیں معاف کرے گی اور نہ آنے والی نسلیں ہمیں اچھے الفاظ سے یاد کریں گی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم اپنے رب کی عدالت میں رسوا ہوں گے کہ اسلام کے نام پر ملک حاصل کر کے اس کو گنوا دیا۔ اعاذنا اللہ من ذالک o

حلقہ سرگودھا کے زیر اہتمام سہ ماہی تربیتی پروگرام

اجتماع کا آغاز صبح 9 بجے ہوا۔ ناظم تربیت حلقہ پروفیسر محمد ارشد کے ابتدائی کلمات کے بعد تلاوت قرآن حکیم مع ترجمہ کی سعادت معتمد مقامی تنظیم عبدالرحمٰن نے حاصل کی۔ سرگودھا شرقی کے مبتدی رفیق قاری محمد عامر نے درس حدیث دیا۔ جس کا عنوان تھا ’’فرائض کا التزام‘‘۔ بعدازاں ناظم تربیت نے سورۃ شوریٰ کی آیات 36 تا 41 کی روشنی میں رفقاء کے مطلوبہ اوصاف پر مذاکرہ کروایا۔ وقفہ کے بعد میانوالی تنظیم کے امیر نور خان نے بیوی اور اولاد کے حقوق بیان فرمائے۔ منفرد رفیق بھکر ڈاکٹر شادی بیگ نے تبلیغ دین کے رہنما اصول بیان فرمائے۔ دوپہر 12 سے ایک بجے تک نائب ناظم اعلیٰ پاکستان وسطی ڈاکٹر عبدالسمیع نے امیر اور مامورین کے باہمی تعلق پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ آخر میں امیر حلقہ نے تمام رفقاء کا شکریہ ادا کیا۔ اس اجتماع میں حلقہ کے رفقاء اور 10 احباب نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ تمام رفقاء کی کاوشوں کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ (مرتب: غلام رسول)

تنظیم اسلامی گوجرخان کے زیر اہتمام ماہانہ تربیتی اجتماع

12 نومبر 2016ء کو بعد نماز مغرب تنظیم اسلامی گوجرخان کے زیر اہتمام مسجد العابد میں شب بیداری کا انعقاد کیا گیا۔ اس کو پروفیسر ندیم نے کنڈکٹ کیا۔ سب سے پہلے اخلاص طارق نے سورۃ العصر کا درس دیا۔ انہوں نے کہا کہ ایمان کا متضاد گمان ہے۔ ایمان، عمل صالح، تواصی بالحق اور تواصی بالصبر ہی تمام تہذیبوں کی کامیابی کی ضمانت ہیں جو ان چاروں سے ہٹ کر زندگی گزارتے ہیں وہ کسی نہ کسی عذاب میں مبتلا ہیں۔ بعدازاں محمد امجد نے درس حدیث پیش کیا۔ اگلا خطاب نعیم اکرم کا تھا۔ انہوں نے تنظیم اسلامی کی بیعت کے عربی متن اور ترجمہ کا مطالعہ کروایا۔ عشاء کی نماز باجماعت ادا کی گئی۔ رفقاء تہجد کے لیے بیدار ہوئے۔ تہجد کی نماز کے بعد رفقاء نے قرآن کی تلاوت کی۔ نماز فجر کے بعد درسِ قرآن ہوا اور اُس کے بعد رفقاء اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوگئے۔ (رپورٹ: مشتاق حسین)

تنظیم اسلامی ممتاز آباد ملتان کا دعوتی پروگرام

تنظیم اسلامی ممتاز آباد کا ماہانہ شب بیداری پروگرام بلال مسجد، پیپل ویڑہ ٹمبر مارکیٹ میں مورخہ 29 اکتوبر 2016ء کو منعقد ہوا۔ ناظم دعوت حلقہ جناب محمد سلیم اختر نے بعد نماز مغرب سورۃ المائدہ کی آیات کے حوالے سے رفقاء سے خطاب فرمایا۔ جس میں دینی ذمہ داریوں کے حوالے سے یاددہانی کرائی گئی اور اقامت دین کی جدوجہد کرنے والے کارکنان کے اوصاف بیان کیے۔

نماز عشاء کے بعد امیر تنظیم اسلامی ممتاز آباد شناور حسین انصاری نے درس حدیث دیا۔ جس میں تمسک بالقرآن وسنت کی تاکید اور خلفائے راشدینؓ کی اتباع کی تلقین کی گئی۔

درس حدیث کے بعد جناب ڈاکٹر کلیم اللہ خان نے سیرت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ضمن میں جناب سید حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی زندگی کے حالات و واقعات سامعین کے سامنے پیش کیے اور دین اسلام کے لیے ان کے ایثار وقربانیوں کا ذکر کیا۔ وقفے کے بعد بانی محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا خطاب بعنوان ’’اللہ تعالیٰ کا قانونِ عذاب‘‘ کا ویڈیو خطاب دکھایا گیا۔ رات کو تقریباً 12 رفقاء نے مسجد میں قیام کیا۔ مجموعی طور پر تقریباً 40,35 کے قریب رفقاء واحباب نے اس پروگرام میں شرکت کی۔

اگلے روز رفقاء نے نماز تہجد ادا کی۔ نماز فجر کے بعد جناب محمد فاروق احمد نے سورۃ العصر کی روشنی میں راہ نجات کے موضوع پر آدھا گھنٹہ کا درس قرآن دیا۔ اس کے ساتھ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (مرتب: شوکت حسین انصاری)

نظریاتی انقلاب

محترم جاوید احمد غامدی کے کالم اور محترم مولانا تقی عثمانی صاحب کے جواب کے تناظر میں ’’اشراق‘‘ کی ایک پرانی فائل سے جاوید غامدی کی فکر سے ایک شذرہ ہے اسے پڑھیں اور غامدی صاحب کے موجودہ فکر پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ نظریات موسموں کی طرح بدلتے رہتے ہیں خصوصاً آج کی دنیا جو گلوبل ولیج بن چکی ہے۔ لہٰذا سات سمندر پار سے چلنے والی ہوائیں بھی نظریات پر اثر انداز ہو جاتی ہیں۔ قارئین مطالعہ کریں اور نظریاتی انقلاب پر سر دھنیں۔

اُس زمانہ میں ماہنامہ اشراق میں ایک سوال یوں پوچھا گیا:

اِس زمانے میں بعض دانشور ایک مرتبہ پھر یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ پاکستان اسلام کے نام پر اور اسلام کے لیے نہیں بنا تھا۔ یہ سب باتیں یہاں نفاذ اسلام کی جدوجہد کو نقصان پہنچانے کے لیے کی جاتی ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ آپ ان لوگوں کی غلطی واضح کریں؟

جواب میں محترم غامدی صاحب نے فرمایا:

ہمارا مقدمہ یہ ہے کہ ہم چونکہ مسلمان ہیں اور ہمیں اس ملک میں اللہ کی عنایت سے سیاسی خودمختاری حاصل ہے اور چونکہ یہ دین کا قطعی حکم ہے کہ مسلمان اگر کسی سرزمین میں سیاسی طور پر خودمختار ہوں تو وہ وہاں اسلامی قانون نافذ کریں اور اپنی حیات اجتماعی کے ہر شعبہ پر احکام دین کو بالاتر رکھیں۔ اس لیے یہاں اللہ کا دین نافذ ہونا چاہیے۔ اس ملک کے ارباب اقتدار اور سیاسی زعماء سے ہمارے مطالبے کی بنیاد یہ ہے:

ہمارے اس مطالبے کے جواب میں ہمارے مخاطبین کے سامنے صرف تین راستے رہ جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اپنے مسلمان ہونے کا انکار کردیں۔ دوسرا یہ کہ وہ قرآن وسنت کے دلائل کے ساتھ یہ ثابت کرنے کی کوشش کریں کہ اسلام ان سے اس بات کا تقاضا نہیں کرتا۔ تیسرا یہ کہ وہ عملاً اس تقاضے کو پورا کرنے سے گریز کرتے رہیں۔

پہلی صورت میں ان کی قیادت وسیادت ان شاء اللہ لمحوں میں ختم ہوجائے گی۔ دوسری صورت میں ان کی ہزیمت اور بے بسی کا تماشا، اگر اللہ نے چاہا تو زمین وآسمان دیکھیں گے۔ تیسری صورت میں ہم انہیں بتائیں گے کہ وہ اس طرح درحقیقت کفر کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ ان کا اسلام قیامت میں قبول نہ کیا جائے گا۔ وہ اپنے آپ کو اس آگ سے بچانے کی کوشش کریں جو دلوں تک پہنچے گی اور جس میں مجرم ستونوں کے ساتھ بندھے ہوں گے وہاں ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ وہ اس سے نکلنا چاہیں گے لیکن اس کی کوئی راہ نہ پائیں گے۔ وہ اس دن سے ڈریں جس دن گریز کے سب راستے بند اور فرار کی سب راہیں مسدود ہو جائیں گی اور قرآن اپنی اس حجت کے ساتھ ان کے سامنے آئے گا کہ

﴿وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ (۴۴)﴾ (المائدہ)

اور جو اللہ کے اتارے ہوئے قانون کے مطابق فیصلے نہ کریں وہی کافر ہیں۔

دعائے صحت

☆ تنظیم اسلامی وہاڑی کے ناظم بیت المال جناب راؤ محمد جمیل کا پتے کا آپریشن ہوا ہے۔

☆ حلقہ کراچی شمالی کے مقامی امیر جناب نوید مزمل کی ایڑی میں فریکچر ہوگیا ہے۔

اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

Talk Shows: The media equivalent of junk food

Trying to pose and busy to promote themselves as 'opinion makers" the new breed of media professionals whom we have come to call TV talk show hosts start opening their chatter shops early evening on any given day and these bamboozling shows stretch late into the night. Every single, or at the best the majority, of these mouth pieces have an agenda of their own as well as of the owners of dozens of entrepreneurs who own the private television channels. The agenda, which may differ from host to host and channel to channel, is usually towing the line of whosoever could make the best offer.

Perhaps nowhere else private TV channels, talk show hosts included, enjoy such freedom and liberty to pump so much lust, corruption, greed, indifference, and ignorance, vulgarity, indecency, impropriety, and hedonism right into our homes in the name of news, information, entertainment, and infotainment. The freedom is so absolute that private news TV channels in our part of the world are permitted to telecast dramas, comedy shows, foreign soap operas, movies, dance, dramas, and a range of other such programs. If you watch foreign news channel such as BBC or CNN, you know what I mean because these news channels could not even dream of telecasting anything else but news and news related talk shows and similar programs. Pursuing an agenda of their own the dozens of chatter shows disguised as talk shows have so eroded the social, cultural, religious, and moral fibers of our society that taboos remains taboos in our part of the world. In their race for ratings dozens of these talk show hosts and their bosses seem hell bent to rid our society of everything decent. They have created artificial environment that limits our perception, conditions our pattern of thought and behavior to view the world through their eyes and experience life as it pleases them. All this is immaculately planned to snare us because the conditioning of our thought pattern and limiting our levels of self-awareness pleases their masters whosoever they may be - local, foreign, state, or non-state characters.

No matter how soft, compassionate and humane they may appear this horde of talk show hosts are in competition with each other to come up with the latest perversion to shock their audience. This is so because godlessness, indecency and greed is good for the 'corporate culture' as well as for themselves and their immediate media bosses. That explains why everything immoral, indecent and rude has become a preferred theme for panel discussion, debate, and analysis by 'panelists' who are now being bestowed the title of experts.

With nothing remaining sacred anymore the human race faces one of its greatest threat today - the all-pervading moral and mental pollution that has thoroughly hollowed the moral, social, and religious foundations of our society to the core.

The less you watch television in general and talk shows in particular the more you will be at peace with yourself and the world because watching these talks shows deprives you of all the fine human instincts and feelings to turn you into nothing but machines that look humane but aren't. Just as junk food sickens your body these talk shows turn you callous and lifeless like vegetables. These talk shows by intent and design are aimed at making people sick morally, socially, mentally, spiritually, and psychological. This is so because the talk shows hosts here have agendas of their own chained primary to personal benefits. They have developed the habits of the rich and the powerful because they have honed the art of deception to offer their services as media mercenaries to the highest bidder. Their salary comes from here; the perks and luxuries from there; their domestic and foreign trips plus lodging, boarding, and shopping from elsewhere; the properties, assets, and expensive gadgets from here and there; and on and on.

These talk show hosts, haughty and egocentric as they are, are infatuated with power, fame, authority, and world riches and love to mingle with the powers that be at any given time - of course not only when on-air but even after hours. No task is too big for them provided the price is right. The talk shows hosts in our part of the world have turned taboos normal; profane decent; immoral moral; unscrupulous scrupulous - in short bad into good.

Look around and the all-pervasive destruction that these shallow, showy, and trashy talk shows have brought on us is all too visible. At best the programs that these talk shows dish out are humiliating and at worst they are downright degrading. And yet these destructive programs attract people like moths because a population systematically deprived of even half-decent education, health, and social security facilities has lots of time to kill. And that explains Pakistanis romance with a media which loves to wine and dine with the powerful, the wealthy, and the mighty and in the process has become a tool of exploitation itself.

__Adapted from:__ an article written by Syed M. Aslam

Wedding: The Sunnah way…

A life experience shared by a sister

Written by: Ms. Ayesha Nasimuddin Khawaja

Last year, I had the honor and pleasure of attending a rarity, viz. the Nikkah ceremony in a Masjid held under the auspices of Tanzeem e Islami, the ‘Rukhsati’ from there and the Walima ceremony the next day.

The bride and the womenfolk were also in the Masjid who listened to the Nikkah sermon attentively. There was no formal dinner afterwards (no ‘baraat’) and the bride went to her new home straight from the Masjid.

The Walima was held in two separate halls for men and women on different floors altogether. The women guests who had arrived in ‘abayas’ and ‘nikabs’ were transformed completely once they entered the segregated area, where even the servers were women. Every woman was tastefully dressed and elegantly made up, in that comfortable all-woman environment.

The bride had never been to a parlor. Her make-up had been done by her own sister and she was looking prettier than the brides who waste thousands on bridal make-up packages and on top of it earn a lot of sin by displaying their finery to strange men. This ‘dulhan’ had so much ‘Noor’ on her face that could only come from having hidden her beauty from ‘na mahram’ eyes. Not one, can you imagine, not ONE single picture of the bride was taken, not even from her own cell phone or her sister's. In fact, NOBODY in the hall was taking selfies or photos.

There had of course been no mehndi, no nothing before the Nikkah. Music obviously was out of the question, unthinkable. No videos, no mad photo shoots afterwards to delight the sinful hearts of ‘na mahram’ cameramen. No albums made, no statuses uploaded, no likes hoarded, no salamis received.

By now you are probably thinking these people have no life. Shudder! What extremists, such fanatics, horribly dry people. But no, they have more life in their souls than hundreds of us put together. There is absolutely nothing missing in their lives. They have a full, purposeful existence; a life full of meaning and an end replete with beautiful promises from their Master – Allah (SWT).

VOL : 25 **Regd. C.P.L NO. 114** No.47

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore